باب 7: پاکستان میں نجی شعبے کے قرضے کے پست نفوذ کی تفہیم: حالیہ پالیسی اصلاحات کے آئینے میں

پاکستان میں نجی شعبے کے قرضے کا نفوذ اور مالیات تک رسائی کی کیفیت ابھرتی ہوئی منڈیوں میں بہت پست ہے جس میں طلب اور رسد کی مستقل دشواریاں ہیں۔ 1990ء کی دہائی میں کی جانے والی جامع اصلاحات ، جن کا مقصد مالی جبر سے نمٹنا اور قرضے کے استعمال کو منڈی کی طاقتوں پر چھوڑنا تھا ، مالی شعبے کی استعداد اور اس کی مجموعی صحت بڑھانے میں کامیاب ثابت ہوئیں ، تاہم ملکی قرضہ منڈی میں اس کے فوائد محدود رہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کریڈٹ رجسٹریوں اور نجی کریڈٹ بیورو کی عدم موجودگی میں منڈی کی ناکامیوں (غیر متشکل معلومات) کے باعث کمرشل بینک معیشت کے نیم محروم طبقے کو قرض دینے سے گریز کرنے لگے۔ حکومت کی جانب سے قرضے کی بلند طلب نے خطرے سے اس گریز کو مزید تقویت دی ، جس نے پست بچت اور کمزور مالی شمولیت کی موجودگی میں بینکاری تفاوت میں اضافے کے لیے دباؤ ڈالا اور نجی شعبے کو باہر کردیا۔ خصوصی اداروں میں موزوں مصنوعات کی کمی اور بالآخر ان کے نظام سے باہر ہوجانے نے بھی اس ضمن میں کردار ادا کیا۔ تاہم ، مستقبل میں سستی مکاناتی مالکاری سے متعلق مسائل کے حل ؛ لین دین کی محفوظ رجسٹری کی تشکیل ؛ نجی کریڈٹ بیورو کے قیام ؛ اور ڈجیٹل مالی اور خردہ خدمات کے بڑھتے ہوئے استعمال کو تقویت دینے کے لیے حکومت اور اسٹیٹ بینک کی مربوط کوششیں ، پاکستان کی معیشت میں قرضے کے نفوذ اور پاکستان میں مالیات تک مجموعی رسائی میں خاطر خواہ اضافہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

7 پاکستان میں نجی شعبے کے قرضے کے پست نفوذ کی تفہیم: حالیہ پالیسی اصلاحات کے آئینے میں [1]

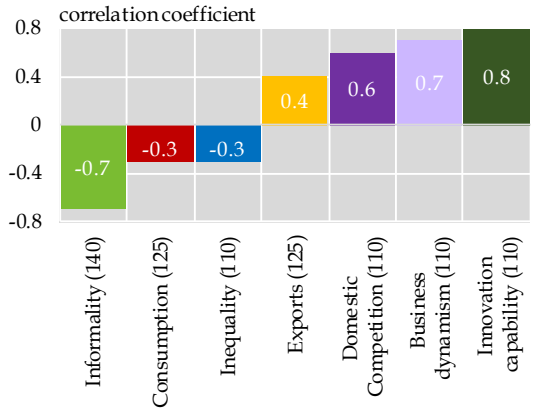
7.1 تعارف

مالی شعبے کے نمو بڑھانے والے کردار کا نظری اور تجربی بنیادوں پر وسیع پیمانے پر جائزہ لیا اور تسلیم کیا گیا ہے۔ خالص نظری اعتبار سے، مؤثر مالی نظام اقتصادی نمو کو مندرجہ ذیل طریقوں سے متاثر کرتا ہے: (i) متنوع گھرانوں کی بچت کو سرمایہ کاری کی راہ دکھانا؛ (ii) ان منصوبوں کے لیے وسائل مختص کرنا جن میں سرمایہ کاری سے اضافی پیداوار ہوتی ہو؛ (iii) زیادہ نفع آور لیکن غیر سیال منصوبوں کے حامل انفرادی سرمایہ کاروں کو سیالیت کی فراہمی؛ (iv) سرمایہ کاروں کی بچت کو بہت سے متنوع سرمایہ کاری مواقع تک پھیلاتے ہوئے، تخفیفِ خطر؛ اور (v) تکنیکی جدت کا فروغ۔

چنانچہ، گھرانوں اور فرموں کو دستیاب سرمائے کی تشکیل کے مناسب مواقع کے پیش نظر، مالی شمولیت اور کھپت کے مابین منفی ربط (مختلف ممالک میں) حیران کُن امر نہیں ہے (**شکل 7.1**)۔[2]

مالی شمولیت اور معیشت کی غیر رسمیت کی سطح کے مابین ایسا ہی تعلق پایا جاتا ہے، کیونکہ بچت / مالکاری کے مقاصد کے لیے رسمی واسطوں (چینلز) کے استعمال میں اضافہ، کاروباری اداروں اور گھرانوں کو ممکنہ طور پر دستاویزیت کی طرف دھکیل سکتا ہے۔ مزید یہ کہ، مالی شمولیت اور معیشت کی برآمدی سمت بندی کے مابین ایک مثبت ربط دیکھا گیا ہے، کیونکہ کاروباری ادارے اختراعات اور پیداواریت کے محاذوں پر نفع آوری کے لیے بیرونی فنڈنگ کا استعمال کر سکتے ہیں۔ یہ، اور اس کے ساتھ بڑے ترقی یافتہ کاروباری اداروں اور چھوٹی فرموں کے مابین پیمانے، دائرہ کار اور نمو کے فرق میں کمی، ملک کے مجموعی مسابقتی ماحول کو بہتر بنانے کا باعث بنے گی۔

شکل 7.1: مالی شمولیت اور دیگر کلی معاشی متغیرات کے درمیان بین الملکی تعلق



Note: Bracket values indicate number of countries for which comparable data was available; all data is average for 2011-14 to match the availability of financial inclusion index numbers, except for competitiveness indicators, for which 2018 data was used.
Source: see Footnote 2

ان تمام محاذوں پر بہتری ہی پھر پائیدار اقتصادی ترقی اور نمو کی طرف لے جاسکتی ہے۔ مثال کے طور پر، لیوائن اور زیروووس (1998ء) بتاتے ہیں کہ ایک ترقی یافتہ بینکاری شعبہ، جس کا اظہار نجی شعبے کو بینک کے قرض کے بلند تناسب (جی ڈی پی کے فیصد کے طور پر) سے ہوتا ہے، معاصر اور مستقبل کی طویل مدتی اقتصادی نمو کی مضبوط علامت ہے؛[3] درحقیقت، مختلف ممالک کا ڈیٹا اس خیال کو تقویت دیتا ہے (**شکل 7.2**)۔

---

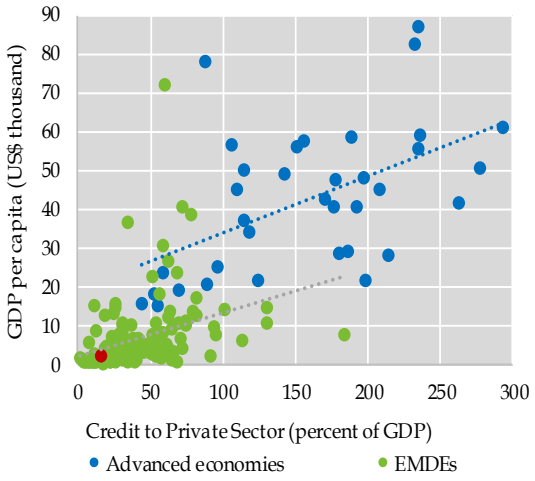
[1] مصنفین اس باب کی تیاری میں طلحہ ندیم کے زبردست تعاون کے لیے شکر گزار ہیں۔ تکنیکی معلومات اور قیمتی آراء فراہم کرنے پر مصنفین اسٹیٹ بینک کے ترقیاتی مالیات گروپ کی کاوشوں کا بھی اعتراف کرتے ہیں۔

[2] گراف کے لیے اعداد و شمار کے مآخذات: پارک، سی، اور آروی مرکیڈو جونئیر کی جانب سے اشاریہ مالی شمولیت (2018ء)۔ مالی شمولیت: نئی پیمائش اور بین الملکی اثرات کا تجزیہ۔ ڈی پی اکنامکس ورکنگ پیپر سیریز، نمبر 539۔ منیلا: ایشیائی ترقیاتی بینک؛ ماند (shadow) معیشتوں کی تعداد، میڈینا، ایل، اور ایف شنیڈر (2019ء)۔ ماند معیشت پر روشنی ڈالنا: ایک عالمی ڈیٹا بیس اور ایک سرکاری ڈیٹا بیس سے انٹرایکشن۔ سی ای ایس آئی ایف اوورکنگ پیپرز، نمبر 7981۔ میونخ: مرکزِ اقتصادی مطالعہ اور آئی ایف او انسٹیٹیوٹ۔ ڈبلیو ای ایف عالمی مسابقت کی درجہ بندی (2018ء) کی جانب سے ملکی مسابقت، کاروباری حرکیات اور جدت طرازی کی صلاحیت کے اعداد و شمار؛ عالمی بینک کے اوپن ڈیٹا سے جی ڈی پی تناسب اور جی آئی این آئی انڈیکس نمبر کی کھپت۔

[3] لیوائن، آر، اور ایس، زیروووس (1998ء)۔ اسٹاک مارکیٹیں، بینک اور اقتصادی نمو۔ امریکی معاشی جائزہ، 537 تا 558۔

مزید برآں، ہمیں لٹریچر میں اس امر کا بھی کافی ثبوت ملتا ہے جو مالی ترقی اور مجموعی عاملی پیداواری صلاحیت (ٹی ایف پی) کی نمو میں اضافے کے مابین مضبوط ربط کو تقویت دیتا ہے؛ تاہم، اس رجحان کی مزید باریک بینی سے جانچ نے ثابت کیا کہ اس تعلق کا اطلاق صرف درمیانی آمدنی والے اور ترقی یافتہ ممالک پر ہوتا تھا۔ کم آمدنی والے ممالک میں، مالی ترقی بنیادی طور پر اس کی بجائے سرمایہ جمع کرنے کو فروغ دینے کا رجحان رکھتی ہے، اور یہی واسطہ ہے جس سے نمو کو تحریک ملتی ہے، نہ کہ ٹی ایف پی فوائد کے ذریعے۔[4]

شکل 7.2: نجی شعبے کے قرضے اور اقتصادی نمو کے درمیان تعلق (19-2010ء)



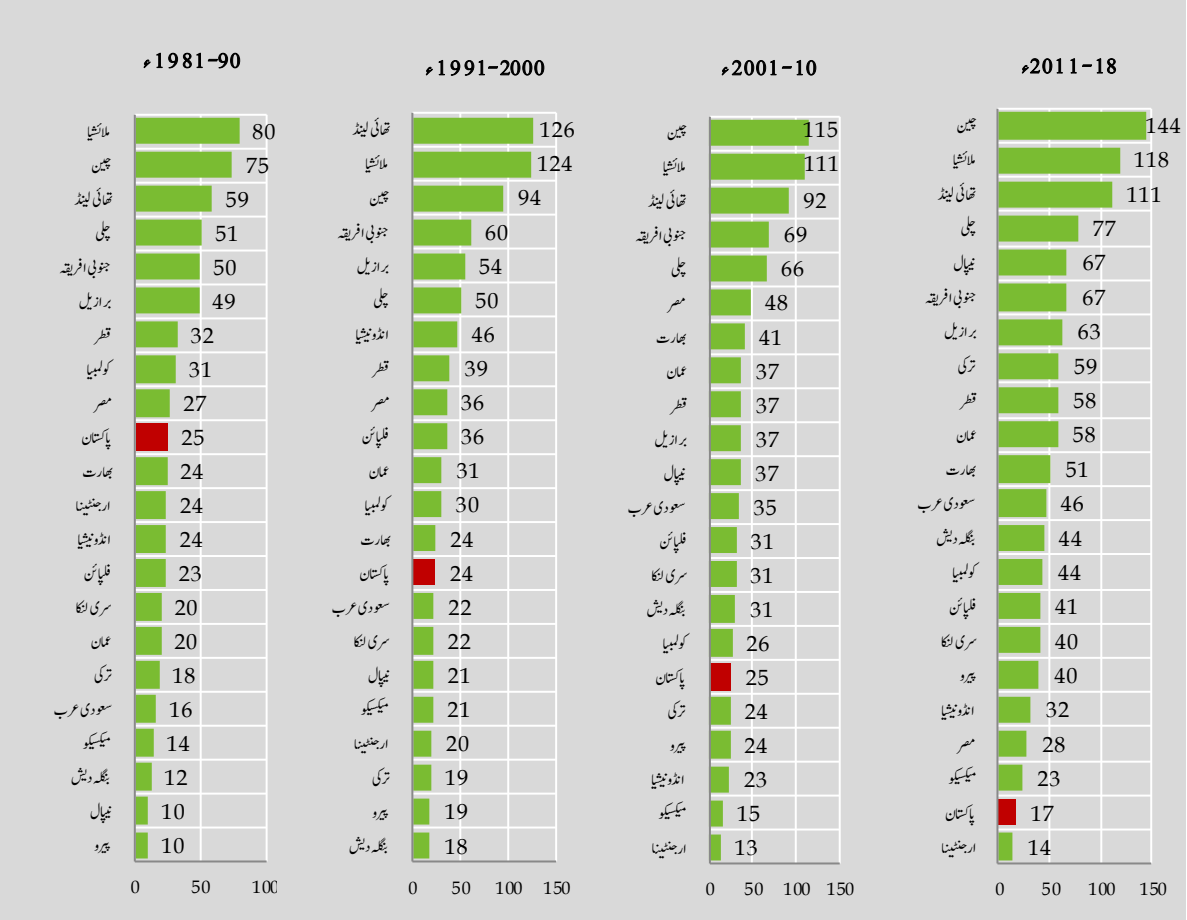
Based on 173 AEs and EMDEs.
Red dot denotes Pakistan
Source: World Bank

جب پاکستان کی بات کی جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ وسائل مختص کرنے اور جمع کرنے کے لحاظ سے مالی شعبے کا ثالثی کردار، بالخصوص گذشتہ چند عشروں کے دوران، خاصا محدود رہا۔ اس کے برعکس، اس عرصے میں دیگر ابھرتی ہوئی منڈیاں اور ترقی پذیر معیشتیں اس ثالثی کردار سے خاصا استفادہ کرچکی ہیں۔ جیسا کہ **شکل 7.3** میں دکھایا گیا ہے، جی ڈی پی اور نجی شعبے کے قرضے اور جی ڈی پی کے تناسب کی پیمائش کے لحاظ سے پاکستان میں قرضے کا مجموعی نفوذ ان منڈیوں میں انتہائی پست ہے، اور گذشتہ 3 دہائیوں کے دوران مطلق لحاظ سے حقیقتاً سکڑ گیا ہے۔ یہ بالخصوص پریشان کن دکھائی دیتا ہے، کیونکہ دیگر ابھرتی ہوئی منڈیوں اور ترقی پذیر معیشتوں میں اسی مدت کے دوران گھرانوں اور فرموں نے استعمال اور سرمایہ کاری کے مقاصد کے لیے جی ڈی پی کے 10 تا 20 فیصد تک بینک کریڈٹ پر انحصار میں نمایاں اضافہ کیا ہے۔ حتیٰ کہ اگر ہم پاکستان میں قرضے کے کمزور نفوذ کی وجہ مجموعی پست کُلی معاشی کارکردگی کو قرار دیں، جس نے مجموعی مالکاری ضروریات کو دبا دیا ہو تو، مالیات تک رسائی کی نمائندگی کرنے والے اظہاریے مزید گہری تشویش ظاہر کرتے ہیں۔ جیسا کہ **شکل 7.4** سے واضح ہوتا ہے، معیشت میں اب بھی بینکوں اور فرموں کے مابین کمزور اور فاصلاتی تعلق موجود ہے، کیونکہ بیشتر کاروبار، خاص طور پر خرد (مائکرو)، چھوٹے اور درمیانے کاروباری ادارے جاری سرمائے اور سرمایہ جاتی اخراجات کی ضروریات کے لیے داخلی مالیات پر انحصار کرتے ہیں (کیونکہ اکثر ان کاروباری اداروں کے پاس ضمانت کی کمی ہوتی ہے یا ان کے پاس مالی دستاویزات / کاروباری نفع کی دستاویزات نہیں ہوتیں) جبکہ بینک محض مٹھی بھر فرموں اور کاروباری افراد کی مالکاری ضروریات کو ہی پورا کرتے ہیں۔

سرمایہ جمع کرنے، پیداواریت اور مجموعی نمو پر زیادہ گہرے اثرات کے علاوہ، مالیات تک ناکافی رسائی کا ایک اہم نتیجہ یہ ہے کہ یہ بینکاری سہولتوں سے محروم شعبوں اور فرموں تک پالیسی رسائی کو ممکنہ طور پر کمزور کرسکتی ہے، بالخصوص مندی اور / یا بحران کے وقت۔ مثال کے طور پر، کووڈ19 اور منسلکہ تحدیدی اقدامات سے متاثرہ تقریباً تمام ممالک میں بینکاری نظام کاروباری اداروں کے لیے رسد پر مرکوز حکومتی معاونت کا ایک اہم ذریعہ بن گیا ہے۔ ادائیگی کے التوا کے پروگرام، مارک اپ سبسڈیز اور نجی قرض گاری کے لیے سرمائے کی ضوابطی پابندیوں میں نرمی کا مقصد فرموں کے لیے قرضوں کی شرائط میں آسانی اور ان کی نقد رقوم سے متعلق رکاوٹوں کا حل ہے۔ یہ اس لیے کیا گیا کہ سیالیت کا ممکنہ مسئلہ ادائیگی قرض کے بحران میں نہ بدل جائے۔

[4] ایک بڑھتا ہوا تجربی لٹریچر موجود ہے جو معیشت میں مالی نمو کے تعلق کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، براہ مہربانی دیکھیے: لیوائن، آر، اور ایس، زیروووس (1998ء)۔ اسٹاک مارکیٹیں، بینک اور اقتصادی نمو۔ امریکی معاشی جائزہ، 537 تا 558؛ راجن، آر جی، اور ایل، زنگیلز (1998ء)۔ مالی انحصار اور نمو۔ امریکی معاشی جائزہ، 559 تا 586؛ ڈیمرگچ کنٹ، اے، اور وی، میکسموچ (1999ء) مالی رکاوٹیں، رقوم کا استعمال اور مستحکم نمو: ایک بین الاقوامی موازنہ۔ عالمی بینک؛ بیک، ٹی، لیوائن، آر، اور این، لوئیزا (2000ء)۔ مالیات اور نمو کے ذرائع۔ جرنل آف فنانشل اکنامکس، 58 (1 تا 2)، 261 تا 300؛ اور ریوجہ، ایف، اور این، والیو (2004ء)۔ اقتصادی ترقی اقتصادی تقاضے کے مختلف مراحل پر مالیات اور نمو کے ذرائع، 42 (1)، 127 تا 140۔ حالیہ لٹریچر یہ بھی واضح کرتا ہے کہ قرضے اور اقتصادی نمو کے مابین ایک غیر خطی اور معکوس u-shaped تعلق موجود ہے کیونکہ نجی قرضہ ایک خاص حد سے بڑھ جاتا ہے۔ لاء، ایس ایچ، اور این، سنگھ (2014ء)۔ کیا بہت زیادہ مالی اعانت اقتصادی نمو کو نقصان پہنچاتی ہے؟ جرنل آف بینکنگ اینڈ فنانس، 41، 36 تا 44۔

شکل 7.3: منتخب ابھرتی ہوئی منڈیوں اور ترقی پذیر معیشتوں کے مقابلے میں مختلف دہائیوں میں پاکستان کی قرضہ تا جی ڈی پی شرح

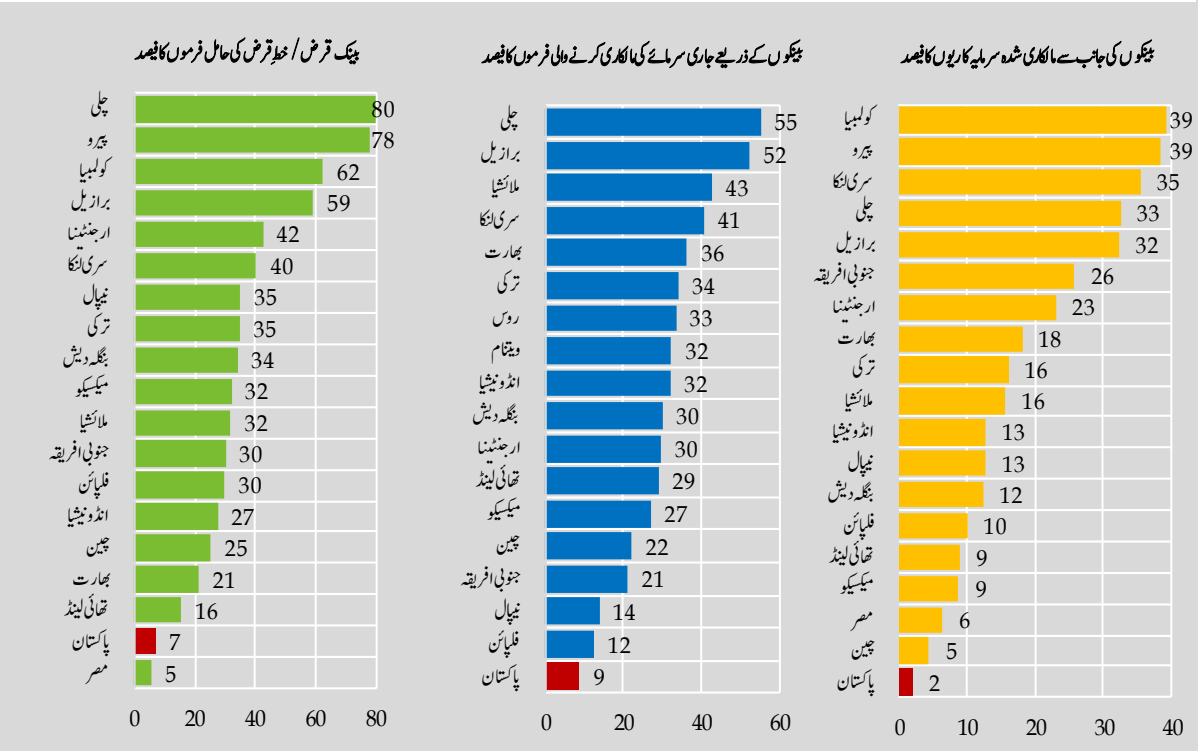


Source: World Development Indicators, World Bank

تاہم، اس ٹول کٹ تک مناسب رسائی اور تاثیر معیشت میں قرضے کے مضبوط نفوذ نیز بینک اور فرم کے مابین قریبی تعلق کی ضمانت دیتی ہے۔ اس محاذ پر پیچھے رہ جانے والے ممالک کو بحالی کی کوششوں کو وسیع کرنے میں مشکلات پیش آنے کا امکان ہوتا ہے، کیونکہ کسی بحران کے درمیان بینکوں سے تازہ تعلقات کی استواری کی توقع کرنا درست نہیں۔ اس تناظر میں، جبکہ پاکستان میں مالیات اور نمو کا ربط پہلے ہی کمزور تھا، کووڈ 19 نے اس چیلنج کو اور بڑھا دیا ہے کیونکہ اس نے بہت سارے کاروباری اداروں، خصوصاً غیر رسمی معیشت میں کام کرنے والوں کے لیے سیالیت کے حوالے سے شدید خدشات کو ہوا دی ہے۔

اس باب میں نجی قرضے اور سرمایہ کاری کی پست صورتِ حال اور پاکستان کی معیشت میں مالیات تک مجموعی طور پر کمزور رسائی کی وجوہات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ بالخصوص، ان عوامل پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے جنھوں نے ایک فعال قرضہ منڈی کی ترقی میں رکاوٹ پیدا کی حالانکہ اس نے صنعت کاری کے ابتدائی چند عشروں میں کافی معقول آغاز کیا تھا۔ اہم بات یہ بھی ہے کہ اس میں مالی شعبے میں اصلاحات، جن کا مقصد ہر طرح کے مالی جبر کو ختم کر کے مارکیٹ کو ڈی ریگولیٹ اور آزاد کرنا اور بینکاری اثاثوں کی تقسیم کو منڈی کی قوتوں پر چھوڑنا تھا، کے بعد ہونے والی خلافِ قیاس کمزوری کے تناظر میں قرضے کے نفوذ کی حالت کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ نتائج کو چار جہتوں کے تناظر میں دیکھا جاسکتا ہے:

شکل 7.4: پاکستان میں مالیات تک رسائی کی صورتِ حال



Source: World Enterprise Survey (latest available for each country). In case of Pakistan, business owners and top managers in 1,247 firms were interviewed from May, 2013 through May, 2015.

اوّل، پاکستان کی طرح کی غیر رسمی اور بچت سے محروم کسی معیشت میں، مالی شمولیت کو فروغ دینے کے لیے دانستہ طور پر ایک مضبوط قدم اٹھانا ناگزیر تھا۔ تاہم، دیگر ابھرتی ہوئی منڈیوں اور ترقی پذیر معیشتوں کے رجحان کی مانند، اسے اصلاحات کے ڈیزائن میں کافی بعد تک زیادہ اہمیت حاصل نہیں ہوئی۔ دوم، قرضہ منڈی کی ناکامیوں کو دور کرنے کی کوششیں ناکافی ثابت ہوئیں اور سرمائے کے شدید تقاضوں کے ساتھ، نیز خرد، چھوٹے اور درمیانے درجے کے کاروباری اداروں کو قرضہ دینے کی ترغیب کے بے ربط طریقہ کار کے نتیجے میں معیشت کے بینکاری سہولتوں سے محروم اور نیم محروم طبقات پسماندہ رہ گئے۔ سوم، قرض کی معافی اور غیر عدالتی قرقیوں کے گرد مستقل غیر یقینی صورت حال کے باعث بینکوں میں خطرے سے گریز بڑھتا گیا۔ رہن، جو ابھرتی ہوئی منڈیوں اور ترقی پذیر معیشتوں کے قرضے کے جزدان کے تقریباً ایک تہائی حصے پر مشتمل ہوتا ہے، سے بالخصوص پہلو تہی کی گئی، کیونکہ یہ شعبہ اراضی کے رسد سے متعلق اضافی خدشات کے مسائل جیسے حقِ ملکیت / رجسٹری، اراضی کا انتظام، وغیرہ سے نبرد آزما تھا۔ چہارم، مالیاتی اور ملکی قرضے کی منڈی میں نامکمل اصلاحات کا بھی بڑا حصہ تھا: حکومتی تمسکات کی شکل میں صفر یہ وزن خطر والے اثاثوں کی خاصی رسد قرض گاری کے جزدان میں تنوع اور توسیع کے لیے بینکوں کی عدم آمادگی کی وضاحت کرتی ہے۔

اس باب کے آخر میں، ہم نے قرضہ منڈی میں حالیہ پیشرفتوں کی نشاندہی کی ہے جو ملک میں قرضے کے نفوذ میں نمایاں اضافے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ بالخصوص، ہم نے محفوظ لین دین کی رجسٹری (سیکیورڈ ٹرانزیکشن رجسٹری) کے قیام پر روشنی ڈالی ہے، جس سے بینکوں کو خرد، چھوٹے اور درمیانے کاروباری اداروں کے منقولہ اثاثوں پر چارج عائد کرنے میں مدد ملے گی۔ اس سے خرد، چھوٹے اور درمیانے کاروباری ادارے منقولہ اثاثوں کو بطور ضمانت استعمال کرتے ہوئے کمرشل بینکوں سے قرضے حاصل کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ نجی شعبے میں دو کریڈٹ بیورو کو لائسنس دینے کے علاوہ، اس

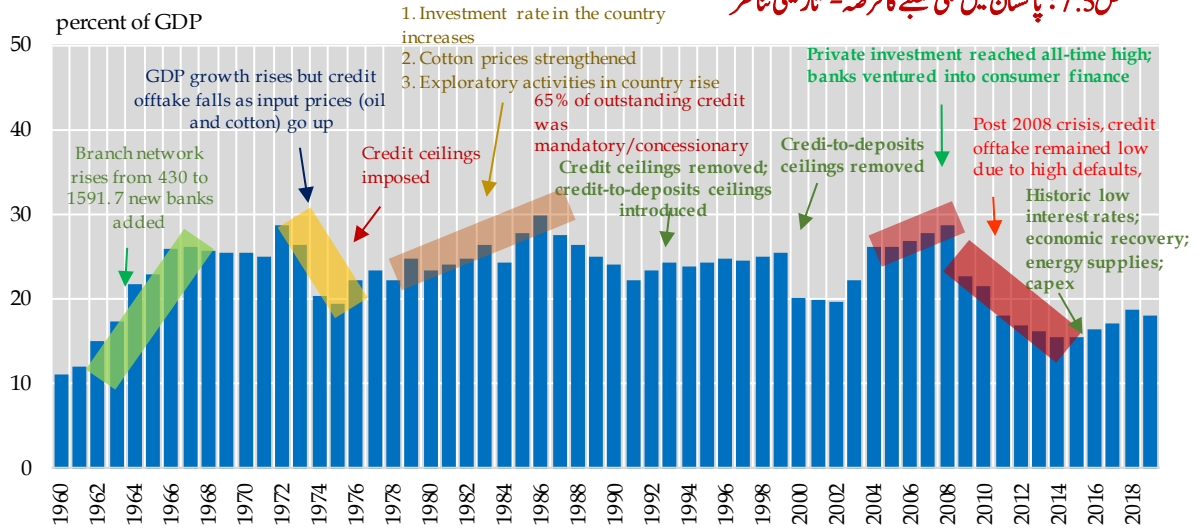
سے ان کاروباری اداروں کی جانب سے قرضے کے حصول میں رسد کی بڑی رکاوٹوں کو دور کرنے میں نمایاں مدد مل سکتی ہے۔ مزید برآں، پست لاگت والے مکاناتی مالکاری پر از سرِ نو توجہ رہن (مورگیجز) کی رفتار بڑھا سکتی ہے، خاص طور پر اس لیے کہ ضوابط اور اراضی کے استحقاق سے لے کر بلڈروں اور ڈویلپروں کی حوصلہ افزائی کرنے تک، رسد کی مکمل کی بحالی کے لیے حکومتی کوششوں کے ذریعے اس کی تکمیل کی جارہی ہے۔ آخراً، ڈجیٹل کنکٹی وٹی اور ادائیگی کے انفراسٹرکچر میں کامیابیوں کے ساتھ ساتھ ڈجیٹل مالی خدمات کا بڑھتا ہوا استعمال مالی شمولیت کو کافی طاقت فراہم کر سکتا ہے۔ خاص طور پر، معیشت کے نیم محروم طبقے، جن کے حوالے سے قرض کی اہلیت اور بینکنگ ہسٹری سے متعلق اعداد و شمار کی کمی ہے، کو ای کامرس، فن ٹیک اور موبائل والٹ کے بڑھتے ہوئے نفوذ سے بہت زیادہ فائدہ اٹھانا چاہیے۔

7.2 پاکستان میں نجی شعبے کے قرضے کے استعمال کا مختصر جائزہ

صنعت کاری کے ابتدائی برسوں میں مالی شعبے نے اہم کردار ادا کیا، جس میں خصوصی ترقیاتی مالی اداروں (ڈی ایف آئیز) کا خاصا حصہ تھا۔ ترقیاتی مالی اداروں کے نمایاں ہونے کی وجہ یہ تھی کہ انھوں نے قرضے کی رقم مختص کرنے میں منڈی کی ناکامیوں کا حل فراہم کیا اور معیشت کے نیم محروم یا نئے مگر پالیسی کے نقطۂ نظر سے اہم شعبوں کو ضروری رقوم مہیا کیں۔ مثال کے طور پر، 1960ء کے عشرے سے پہلے، پاکستان میں نجی شعبے کے قرضوں میں شعبۂ تجارت کا حصہ سب سے زیادہ تھا۔ ملک میں نسبتاً غیر موجود صنعتی بنیاد اس کی وجہ تھی۔ تاہم، جب منصوبہ بندی کمیشن کے پانچ سالہ منصوبوں کے تحت، اشیا سازی کا شعبہ سرکاری حکام کی ترجیح بن گیا تو اس شعبے کی ترقیاتی مالیات کے لیے ترقیاتی مالی اداروں کو ہی ذریعہ سمجھا گیا، اور انھوں نے عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔[5]

1960ء کے عشرے سے 1980ء کے عشرے کے وسط تک، یہ ترقیاتی مالی ادارے اشیاسازی کے نجی شعبے کو ترقیاتی فنڈز پہنچانے اور متعدد سماجی و معاشی مقاصد، جیسے صنعتی ملکیت میں وسعت، نئے تاجروں کو سہولت کی فراہمی اور ان کی حوصلہ افزائی، اور ملک کے کم ترقی یافتہ علاقوں میں روزگار کے مواقع کی فراہمی، کے حصول کے اہم ذرائع تھے۔ (**باکس 7.1**)۔ ترقیاتی مالی اداروں کا بنیادی کام صنعتی ترقی کے لیے قرضے نیز فارم مشینری اور کیمیکلز کے لیے کچھ زرعی قرضے فراہم کرنا تھا۔ اہم بات یہ ہے کہ، اس وقت کی درآمدی تبدل کی

شکل 7.5: پاکستان میں نجی شعبے کا قرضہ - تاریخی تناظر



Source: World Bank

[5] مثال کے طور پر، فاروقی (2015ء) نے کہا کہ نئے بزنس ہاؤسز جیسے آدم جی، سہگل، اصفہانی اور داؤد کو اپنی "شفافیت، تسلیم شدہ ذمہ داری، ثابت شدہ اہلیت قرضہ، نفع آوری، ٹھوس انتظامیہ اور ہر اعتبار سے مستحکم کارکردگی کی بنا پر "ترقیاتی مالی اداروں کی جانب سے زبردست معاونت حاصل ہوئی۔ "[ایس۔ فاروقی (2015ء)۔ "صنعتی نمو اور تبدیلی میں ترقیاتی مالی اداروں کا کردار: مشرقی ایشیائی ممالک کیوں کامیاب ہوئے اور پاکستان کیوں کامیاب نہیں ہوا،" لاہور جرنل آف اکنامکس، 13:20 تا 30۔]

پالیسیوں کے مطابق، ترقیاتی مالی اداروں نے ٹیکسٹائل، سیمنٹ، شکر، کھاد، اور پیٹرو کیمیکلز کے شعبوں میں فرمیں قائم کرنے میں بھی مدد کی۔ 1960ء کے عشرے میں کمرشل بینکاری کی صنعت میں بھی تیزی سے ترقی ہوئی، جب نئے بینک قائم ہوئے اور برانچ نیٹ ورک پھیلنا شروع ہوا۔ چنانچہ 1960ء میں نجی قرضہ جی ڈی پی کے صرف 11.1 فیصد سے بڑھ کر 1970ء کے اختتام تک 25 فیصد ہو گیا (**شکل 7.5**)۔

باکس 7.1: پاکستان میں ترقیاتی مالی ادارے- قیام، عروج اور زوال

پاکستان کے دوسرے پانچ سالہ منصوبے (65-1960ء) میں، حکومت نے صنعتی شعبے پر توجہ بڑھائی۔ منصوبے کے مطابق، "جہاں اقتصادی طور پر ممکن ہو بنیادی صنعتوں کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے۔ اپنی خوبیوں اور معاش کے امکان دونوں کی وجہ سے چھوٹی صنعتوں کے قیام پر خصوصی زور دیا جاتا ہے۔ بالخصوص، ان بڑی صنعتوں کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے جو زرعی ترقی کو تحریک دیتی ہیں یا جو چھوٹی صنعتوں کی معاونت کرتی ہیں۔ صنعت میں نجی سرمایہ کاری کی زیادہ سے زیادہ حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے۔" (وزارتِ خزانہ، 1960ء)

پہلے پانچ سالہ منصوبے کے مقابلے میں دوسرے منصوبے میں، صنعتی شعبے کے لیے مختص اخراجات 51 فیصد بڑھ گئے جو دوسرے منصوبے میں بلند ترین تھے۔ خیال یہ تھا کہ نیم سرکاری شعبے، جو اس منصوبے میں متعارف کرایا گیا نیا زمرہ تھا، سب سے اہم کردار ادا کریں گے۔ نیم سرکاری شعبہ، "حکومت کے زیر اہتمام کارپوریشنوں پر مشتمل تھا، جو سرکاری و نجی دونوں شعبوں سے مالی اعانتیں حاصل کرتا تھا"۔

دوسرے پانچ سالہ منصوبے کو "مسلمہ ترقی" سمجھا جاتا تھا، کیونکہ تمام اہم نشانیے حاصل یا عبور کر لیے گئے (گرفن، 1965ء)۔ پاکستان انڈسٹریل کریڈٹ اینڈ انویسٹمنٹ کارپوریشن لمیٹڈ (پلک) پہلا ترقیاتی مالی ادارہ تھا جو 1957ء میں عالمی بینک کی مدد سے تشکیل دیا گیا تھا، جس کا مقصد درمیانی اور بڑی صنعتوں کو مالی اعانت فراہم کرنا اور صنعتی منصوبوں کے لیے کثیر فریقی ایجنسیوں کی جانب سے غیر ملکی کرنسی کی رقوم کی منتقلی کے لیے واسطے کے طور پر کام کرنا تھا۔ اس کے بعد، 1960ء اور 1970ء کے عشروں میں انڈسٹریل ڈویلپمنٹ بینک آف پاکستان (آئی ڈی بی پی)، نیشنل ڈویلپمنٹ فنانس کارپوریشن (این ڈی ایف سی)، ریاستی کاروباری اداروں کو سرمایہ کاری رقم فراہم کرنے کے لیے)، نیشنل انویسٹمنٹ ٹرسٹ (این آئی ٹی)، انویسٹمنٹ کارپوریشن آف پاکستان (آئی سی پی)، پاک کویت انویسٹمنٹ کمپنی (پی کے آئی سی)، پاک لیبیا ہولڈنگ کمپنی (پی ایل ایچ سی)، سعودی پاک انویسٹمنٹ کمپنی (سی اے پی آئی سی او)، ریجنل ڈویلپمنٹ فنانس کارپوریشن (آر ڈی ایف سی)، اسمال بزنس فنانس کارپوریشن (ایس بی ایف سی)، اور بینکرز ایکویٹی لمیٹڈ (بی ای ایل) کی تشکیل کی گئی۔

1960ء اور 1970ء کے عشروں کے دوران، ترقیاتی مالی اداروں نے اچھی کارکردگی دکھائی اور ملک کے صنعتی شعبے کو فروغ دینے میں مدد فراہم کی۔ تاہم، بعد کے برسوں میں مسائل پیدا ہونا شروع ہو گئے اور سیاسی مداخلتوں، نظم و نسق کے مسائل، اور منافع کی پست شرحوں سے ان کی استعداد اور اثر انگیزی کو نقصان پہنچا۔ غیر ملکی امداد پر انحصار ایک اور عنصر تھا کیونکہ وقت کے ساتھ ساتھ ترقیاتی مالی ادارے مناسب ملکی وسائل تلاش نہ کر سکے، جن کے لیے راہیں تراشی جا سکتیں۔ نتیجتاً، جب بیرونی رقوم کی آمد میں بگاڑ آنا شروع ہوا تو اداروں کو نقد رقوم میں کمی کا سامنا کرنا پڑا۔ 1980ء کی دہائی میں سرمایہ کاری بینکوں اور اجارہ کمپنیوں کے قیام نے معاملات کو مزید بگاڑ دیا، کیونکہ مقاصد اور دائرہ اختیار کے اعتبار سے ان دونوں اقسام کے اداروں میں خاصا تضاد موجود تھا۔

ان عوامل کے نتیجے میں، ترقیاتی مالی ادارے بتدریج پس منظر میں چلے گئے۔ ترقیاتی مالی اداروں میں، 1996ء کے دوران بینکرز ایکویٹی لمیٹڈ کی ابتدائی طور پر نجکاری کی گئی اور اس کے بعد 1999ء میں اسے ختم کر دیا گیا۔ دریں اثنا، نیشنل ڈویلپمنٹ فنانس کارپوریشن (جس کی ایکویٹی 1990ء کی دہائی کے دوسرے نصف میں بھاری نقصانات کے بعد 1999ء میں منفی ہو گئی تھی) کو 2001ء میں نیشنل بینک آف پاکستان میں ضم کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ، آر ڈی ایف سی اور ایس بی ایف سی، جو ایس ایم ای سیکٹر میں خدمات انجام دے رہے تھے، دونوں کو 2002ء میں ضم کر کے ایس ایم ای بینک بنا دیا گیا۔ وسیع تنظیم نو کے اس دور میں باقی رہ جانے والے چند ڈی ایف آئیز میں پاکستان انڈسٹریل کریڈٹ اینڈ انویسٹمنٹ کارپوریشن لمیٹڈ (پلک) اور چند بیرونی معاونت سے چلنے والے ڈی ایف شامل تھے، جنھوں نے "اپنے مالی معاونین (اسپانسرز) کی مضبوط سپورٹ، مستحکم سرمایہ جاتی ساخت اور مستقل نفع آوری کی وجہ سے بالعموم بہتر کارکردگی دکھائی تھی" (اسٹیٹ بینک 2004ء)۔ تاہم، 2007ء میں پلک کی بھی نجکاری کر دی گئی۔

حوالہ جات:

وزارت خزانہ۔ (1960ء)۔ 65-1960ء کے پاکستان کے دوسرے پانچ سالہ منصوبے کی جھلکیاں۔ راولپنڈی: اکنامک ایڈوائزر، وزارتِ خزانہ

گریفن، کے بی۔ (1965ء)۔ پاکستان میں ترقیاتی منصوبوں کے لیے مالی اعانت۔ پاکستان کا ترقیاتی جائزہ، 5(4)، 601 تا 603۔

اسٹیٹ بینک (2004ء)۔ مالی شعبے کا جائزہ 2004ء۔ کراچی: اسٹیٹ بینک آف پاکستان۔

اس رفتار کو 1970ء کی دہائی کے اوائل میں کیے گئے دو اہم پالیسی فیصلوں نے متاثر کیا۔ اوّل، سالانہ ترقیاتی منصوبے اور زری اہداف میں معیشت کی حقیقی قرضوں کی ضروریات کا تعین کرنے کے مقصد سے قومی کریڈٹ مشاورتی کونسل کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔ کمرشل بینکوں کے لیے قرضے کی لازمی بالائی حدود متعارف کرائی گئیں، یوں عملاً کمرشل بینکوں کے لیے اسٹیٹ بینک کی طے کردہ شرح سے زیادہ تیزی سے قرضے بڑھانے کی کوئی گنجائش نہ رہی۔ دوم، 1974ء کے اوائل میں بڑے بینک براہِ راست حکومتی کنٹرول میں آ گئے۔

قومیائے جانے کا بنیادی مقصد بینکاری سرگرمیوں کو ملک کے وسیع تر سماجی و معاشی مقاصد کی طرف گامزن کرنا اور امانت گزاروں کی رقوم کی حفاظت کرنا بھی تھا۔ اس کے علاوہ، اسٹیٹ بینک نے مخصوص شعبوں کے حوالے سے کمرشل بینکوں کے قرضوں کے لیے سالانہ لازمی اہداف، نیز مقامی طور پر تیار کردہ مشینری اور زراعت پر مبنی سرگرمیوں کے لیے معین سرمایہ کاریاں اور قرضوں کی نومالکاری کے لیے بھی سالانہ لازمی اہداف مقرر کیے۔

ان اقدامات کے بعد، حکومتی مداخلت بینکاری کے شعبے کی ایک بڑی خصوصیت بن گئی۔ حکومت کے زیر ملکیت بڑے بینکوں میں نظم و نسق کے غیر معیاری ڈھانچے؛ بجٹ خسارے کی ضرورت سے زیادہ مالی اعانت؛ سیاسی روابط رکھنے والی فرموں کو دیے گئے قرضوں کی پست بازیابی؛[6] مالی شعبے پر بلند ٹیکسوں کے بوجھ؛ نیز قرض گاری کی بلند اور ڈپازٹس کی پست شرحوں کی وجہ سے بالآخر بینکاری صنعت اپنی استعداد کھونے لگی۔ ان نقائص سے قطع نظر، نجی قرضے تا جی ڈی پی کے تناسب کی سطح میں مستقل اضافہ ہوا، کیونکہ ملک میں سرمایہ کاری میں بلند نمو دیکھی گئی۔ تاہم، چونکہ بینکوں کو کسی منصوبے کی اہلیت کی بنیاد پر نہیں بلکہ کچھ مخصوص شعبوں کو قرض دینے کی ہدایت کی گئی تھی، لہٰذا تمام قرضہ پیداواری سرمایہ کاریوں کے لیے نہیں دیا جا رہا تھا۔ اس نقطہ نظر کی اس امر سے بھی تائید ہوتی ہے کہ 1980ء کی دہائی کے آخر میں 65 فیصد واجب الادا قرضہ لازمی اور / یا رعایتی تھا۔[7] زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اس امر کو یقینی بنانا مشکل تھا کہ قرضہ مطلوبہ استفادہ کنندگان ہی استعمال کر رہے ہیں۔[8] ازاں بعد بینکوں کے اثاثوں کے معیار میں آنے والی ابتری اس رجحان کا ایک اشارہ ہو سکتی ہے۔[9] اثاثوں کے ناقص معیار نے نہ صرف بینکاری کی صنعت کے لیے ادائیگی قرض کا خطرہ بڑھایا، بلکہ اس سے بینکوں کی آمدنی کی استعداد بھی محدود ہو گئی۔

پھر 1990ء کی دہائی کے اوائل میں، حکومت اور اسٹیٹ بینک نے ملک کے مالی شعبے کی ڈی ریگولیشن اور آزادکاری کے مقصد سے جامع اصلاحات کا آغاز کیا۔ ان اصلاحات میں بنیادی طور پر ریاست کے زیر ملکیت کمرشل بینکوں کی نجکاری، کارپوریٹ نظم و نسق کے طریقوں کی بتدریج شمولیت، کفایتِ سرمایہ کو استحکام دینا، اثاثوں کے معیار میں بہتری، زرمبادلہ کے نظام سے پابندیاں ہٹانا، قانونی منظرنامے کی پڑتال، اور محتاطیہ ضوابط متعارف کرانا شامل ہے۔ نجی قرضے کی نمو کے تناظر میں بھی متعدد اقدامات کیے گئے۔ ان میں یہ شامل ہیں: لازمی شرحِ سیالیت (ایس ایل آر) کی شرائط میں کمی، جس کے تحت توقع کی جاتی تھی کہ بینکوں کے پاس خاصی مقدار میں سیالیت موجود ہو۔ قرضوں کی لازمی شرائط کو ختم کرنا؛ خرد اور دیہی قرضوں کے اداروں کے لیے لائسنس کے اجرا کے طریقہ کار میں نرمی؛ اور قومیائے گئے بینکوں کے ذریعے صارفی مالکاری پر پابندیوں کو ختم کرنا۔ یہ اصلاحات واضح طور پر اس تصور پر مبنی تھیں کہ اگر منڈی کی قوتوں پر چھوڑ دیا جائے تو قرضے کی تقسیم کی مقدار اور معیار میں بہتری آئے گی۔

---

[6] 1996ء سے 2002ء کے درمیان پاکستان کے اعداد و شمار کی بنیاد پر، خواجہ اور میاں (2005ء) "بتاتے ہیں کہ سیاسی طور پر منسلک فرموں کو خاطر خواہ ترجیحی سلوک حاصل ہوتا ہے۔ ایسی کمپنیاں نہ صرف 45 فیصد بڑے قرض لیتی ہیں، بلکہ وہ ان قرضوں پر ان کی نادہندگی کی شرح بھی 50 فیصد زائد ہے۔ مزید برآں، یہ ترجیحی سلوک مکمل طور پر سرکاری بینکوں کے ضمن میں ہوتا ہے"۔ نیز، اسٹیٹ بینک کی مالی شعبے کے جائزے کی رپورٹ 1990ء تا 2000ء میں غور کیا گیا کہ: "مجموعی قرضوں میں غیر فعال قرضوں کا تناسب 1990ء میں 17 فیصد سے کم تھا جو 1999ء میں بڑھ کر 27.7 فیصد ہو گیا۔ اس کی وجہ این سی بیز (قومیائے گئے کمرشل بینکوں) کی جانب سے سیاسی بنیادوں پر فراہم کیے گئے بھاری قرضے تھے، بالخصوص 1990ء کی دہائی کے اوائل اور وسط میں۔" [خواجہ، اے آئی اور اے میاں (2005ء)۔ "کیا قرض دہندگان سیاسی تعلقات کی حامل فرموں کے حق میں ہیں؟ ابھرتی ہوئی مالی منڈی میں کرائے کی فراہمی،" سہ ماہی جرنل آف اکنامکس، 120(4): 1371 تا 1411۔]

[7] ماخذ: اسٹیٹ بینک آف پاکستان (2002ء)۔ مالی جائزے کی رپورٹ 1991ء تا 2000ء۔ کراچی: اسٹیٹ بینک آف پاکستان۔

[8] جیسا کہ اسٹیٹ بینک کے مالی جائزے کی رپورٹ 1991ء تا 2000ء (صفحہ 22) میں لکھا گیا ہے: "ہدفی قرضہ پروگراموں کا بلند حصہ منافع کی پست شرحوں کی حامل سرمایہ کاری پر منتج ہوتا ہے، جس کے نتیجے میں بینکوں پر بڑے غیر فعال قرضوں کا بوجھ پڑتا ہے۔ اس طرح کے پروگراموں کی اثر انگیزی اس بنیاد پر بھی قابل اعتراض تھی کہ اس بات کو یقینی بنانا مشکل تھا کہ قرضہ حقیقی استفادہ کنندگان استعمال کر رہے ہیں"۔

[9] اگرچہ 1990ء میں قرضوں اور غیر فعال قرضوں کا مجموعی تناسب 17.6 فیصد تھا، لیکن 1999ء کے آخر تک یہ مزید بڑھ کر 22.0 فیصد ہو گیا۔

7.3 آزاد کاری کے باوجود، قرضے کا نفوذ کم رہا

یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ بینکاری صنعت کی استعداد کے حصول اور مالی صحت کو مضبوط بنانے کے ضمن میں، اصلاحات کا عمل واقعتاً مفید تھا۔ ہارڈی اور پیٹی (2001ء) نے پاکستان کے بینکاری نظام کی نفع آوری اور کارکردگی کا جائزہ لیا اور بتایا کہ اصلاحاتی عمل نے پاکستانی بینکوں کو لاگت کی استعداد کو بہتر بنانے اور ان کی آمدنی کی اساس کو بڑھانے میں مدد دی۔[10] اسی طرح، نان پیرامیٹرک ڈیٹا اینویلپمنٹ اینالسز کا استعمال کرتے ہوئے، احمد (2011ء) نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اصلاحات کا دوسرا مرحلہ پاکستان میں بالخصوص کمرشل بینکوں کی استعداد، خاص طور پر خالص تکنیکی استعدادِ کار کو بہتر بنانے میں مددگار رہا۔[11]

قرض کو مختص کرنے کے حوالے سے بھی، بینکاری صنعت نے 2000ء کے اوائل سے ہی ترقی کی جست لگائی اور پیش کردہ خدمات میں نمایاں توسیع کی۔ مثال کے طور پر، بینکوں نے بھرپور انداز میں صارفی مالکاری کو اپنایا، اور تھوڑے ہی عرصے میں معقول صارفی اساس تیار کرلی۔ ایس ایم ای فنانس وہ دوسرا شعبہ تھا جس پر بینکوں نے خاصی توجہ دی۔ لیکن درپردہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ دورانِ مدت بجٹ فنڈنگ کے لیے پست رغبت کے باعث بینکوں کی جانب سے غیر روایتی شعبوں میں مالکاری کے مواقع کی سرگرمی سے تلاش نائن الیون کے بعد سسٹم میں سیالیت کی آمد کا محض بلاواسطہ نتیجہ تھی۔ اگرچہ بینک اپنی رقوم کی مالکاری کے مواقع ڈھونڈ رہے تھے، لیکن نرم زری پالیسی نے بینکوں کے قرضوں کی وافر طلب کو یقینی بنادیا۔

تاہم، مجموعی کلی معاشی اور سرمایہ کاری صورتِ حال میں، 2008ء کے بعد سے چیزیں تبدیل ہونا شروع ہوگئیں۔ نہ صرف عالمی مالی بحران نے غیر یقینی صورت حال کا احساس پیدا کیا، بلکہ ملک میں سلامتی کے بڑھتے ہوئے خدشات اور توانائی کی قلت نے ملکی کاروباری امکانات کو نمایاں طور پر متاثر کیا۔[12] اہم بات یہ ہے کہ ان حالات کے باوجود بھی، دوطرفہ گردشی کلی معاشی پالیسیوں کا نفاذ نہیں کیا جاسکا کیونکہ بیرونی شعبے میں پائی جانے والی کمزوری توازنِ ادائیگی کے بحران (وسط 2008ء تک) کی صورت اختیار کرچکی تھی۔ اگلے 5 برسوں میں، سود کی شرح دوہندسی رہی جس نے قرضے کی پست نمو میں اپنا کردار ادا کیا۔ مزید برآں، ملک میں توانائی کی شدید قلت، سلامتی کے بڑھتے ہوئے خدشات، اور ملکی اور عالمی معیشت دونوں میں سست روی نے ایس ایم ایز کی مالی حالت پر سخت اور منفی اثر ڈالا، جس کی وجہ سے ان کی نادہندگی شرحوں میں اضافہ ہوگیا۔ اس موقع پر، معیشت کو تحریک دینے کے حوالے سے اخراجات کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے بینکاری شعبے سے قرض لینے کی حکومت کی بڑھتی ہوئی طلب کے نتیجے میں بینکوں کی جانب سے خطرے سے گریز کے رجحان کو تقویت ملی۔

یہاں، یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ گردشی عوامل کے علاوہ، پست مالی خواندگی اور آگاہی، نقد رقم کو ترجیح دینا، اور ثقافتی اور مذہبی عوامل جیسی راسخ ساختی دشواریاں درپیش موجود ہیں، جو مالی خدمات کو بالعموم، اور قرضے کو بالخصوص پست رکھتی ہیں (**باکس 7.2**)۔

باکس 7.2: مالیات تک رسائی-طلب کی حرکیات

پاکستان میں، قرض کے محاذ پر پست سرگرمی کی وضاحت کے لیے طلب کے عوامل کا جائزہ لینا اہم ہے۔ اسٹیٹ بینک-گیلپ پاکستان مالیات تک رسائی کے سروے (اے 2 ایف) 2015ء کے مطابق، ملک کی 53 فیصد آبادی مالی نظام سے باہر تھی۔ اس کی ایک اہم وجہ معیشت میں نقد رقم کا بہت زیادہ اور مستقل استعمال تھا۔ اے 2 ایف سروے سے انکشاف ہوا کہ جواب دہندگان میں سے تقریباً 95 فیصد نقدی میں آمدنی وصول کرتے تھے اور 86 فیصد نے کہا کہ لین دین کے امور میں بڑھتی ہوئی عدم یقینی کی وجہ سے وہ اشیا اور خدمات کے لیے بالمشافہ ادائیگی کو ترجیح دیتے ہیں۔ مجموعی طور پر، تین چوتھائی کے قریب جواب دہندگان نے بتایا کہ انھیں بینک اکاؤنٹ کی ضرورت نہیں تھی، اور بینکاری سہولتوں سے محروم صرف 8 فیصد لوگوں کا خیال تھا کہ بینک اکاؤنٹ کھولنا مفید ہوگا۔ یہ شرح 2008ء کے اے 2 ایف سروے کے 38 فیصد سے کم تھی۔

[10] ہارڈی، ڈی، اور ای، بونا کورسی دی پٹی (2001ء) پاکستان میں بینکوں کی اصلاحات اور بینکوں کی استعداد۔ آئی ایم ایف ورکنگ پیپر نمبر 01/138۔ واشنگٹن ڈی سی: بین الاقوامی مالیاتی فنڈ۔

[11] احمد، یو (2011ء)۔ مالی اصلاحات اور بینکاری کی استعداد: پاکستان کا احوال۔ ایم پی آر اے پیپر نمبر 34220۔ میونخ: ایم پی آر اے۔

[12] سرمایہ کاری کی سالانہ شرح (جی ڈی پی کے فیصد کے طور پر) مالی سال 00ء تا مالی سال 08ء کے دوران اوسطاً 17.7 فیصد سے کم ہوکر مالی سال 09ء تا مالی سال 20ء کے دوران صرف 15.7 فیصد رہ گئی۔ مالی سال 06ء میں سرمایہ کاری کی سب سے بلند شرح 20.6 فیصد تک تھی۔

بینکاری خدمات کی پست طلب کی ایک اور وجہ مالی خواندگی کی پست سطح ہے۔ اے2ایف2015ء کے مطابق، بینکاری سہولتوں سے محروم جواب دہندگان کی اکثریت (53 فیصد) نے بینکوں اور بینک اکاؤنٹس کے بارے میں معلومات کی کمی کو اکاؤنٹ کھلوانے کے حوالے سے بنیادی رکاوٹ کے طور پر شناخت کیا۔ اسی طرح، 30 فیصد سے زیادہ جواب دہندگان نے بینکوں، موبائل منی، اور پوسٹ آفس کا استعمال کرتے ہوئے گھریلو پی2پی منتقلیاں نہ کرنے کے حوالے سے معلومات کی کمی کا حوالہ دیا۔

قرضے کے ضمن میں، جواب دہندگان میں سے صرف 14 فیصد افراد نے بینک قرضوں کو قرض گیری کا ایک بنیادی ذریعہ قرار دیا، حالانکہ اس کے مقابلے میں 2008ء کے اے2ایف سروے میں یہ 3 فیصد سے زیادہ تھا۔ اس کے بجائے جواب دہندگان کی اکثریت (56 فیصد) ہمسایوں اور دوستوں سے قرض لینے کو ترجیح دیتی ہے۔

مذہب ایک اور عنصر ہے جو مالی خدمات کی طلب کے تعین میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ ورلڈ بینک کے گلوبل فائنڈیکس ڈیٹا بیس، 2017ء کے مطابق، مذہبی وجوہات (11.5 فیصد) کی بنا پر بینک اکاؤنٹ نہ رکھنے والے جواب دہندگان (15 یا اس سے زائد) کے لحاظ سے پاکستان 123 ممالک میں سے ساتویں درجے پر تھا۔ عقیدے کی بنا پر محتاط مالی نظام سے باہر آبادی کو رسمی ذرائع کی جانب راغب کرنے کے حوالے سے اسلامی بینکاری مدد کر سکتی ہے۔ تاہم، خواندگی اور آگاہی کا مسئلہ یہاں بھی موجود ہے۔

ایس بی پی۔ڈی ایف آئی ڈی کے پاکستان میں اسلامی بینکاری کے علم، رویے اور طرز عمل (کے اے پی) 2013ء کے مطالعے کے مطابق، بینکاری خدمات استعمال نہ کرنے والی آبادی کا 95 فیصد اسلامی بینکاری ماڈل کو نہیں سمجھتا تھا، جبکہ بینکاری خدمات استعمال کرنے والی آبادی کا حصہ 89 فیصد تھا۔ تاہم، اسلامی بینکاری میں بہت زیادہ دلچسپی لی جاتی ہے، کیونکہ کے اے پی کے سروے سے پتہ چلا کہ اسلامی بینکوں سے متعلق 89 فیصد افراد اپنی بینکاری خدمات سے مطمئن تھے، جس کی سب سے زیادہ بتائی گئی وجوہات یہ تھیں: سود سے پاک مصنوعات، مذہبی اطمینان، سہولت، اور اسلامی بینکاری کے مددگار ملازمین۔ کارپوریٹ شعبے میں بھی یہی معاملات تھے، کیونکہ 86 فیصد کاروباری اداروں نے اسلامی بینکاری کے انتخاب کے لیے مذہبی محرک کا حوالہ دیا۔

تاہم، پست مالی نفوذ کے ضمن میں رسد کے لحاظ سے متعدد اہم رکاوٹیں موجود ہیں جن پر ان ذیلی عنوانات (الف تا ہ) کے تحت تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

الف ۔ شمولیت کی وسعت اور گہرائی کو نظرانداز کیا گیا

وسیع تر مالی شعبے کی اصلاحات کا ایجنڈا، جس پر 1980ء کے عشرے کے اواخر اور 1990ء کی دہائی میں تمام ابھرتی ہوئی منڈیوں اور ترقی پذیر معیشتوں پر عمل درآمد ہو رہا تھا، بین الاقوامی مالی اداروں کے زیر انتظام مالی شعبے کے جائزہ پروگراموں سے مستفید ہوا۔ ان پروگراموں میں بنیادی طور پر مالیاتی نظام کی زدپذیریوں کی نشاندہی، نگرانی کو مستحکم کرنے، انتظامِ خطر اور منڈی کی مسابقت کو یقینی بنانے پر توجہ دی گئی۔[13] 2000ء کی دہائی کے وسط تک مالی شمولیت کے تصور نے قبولیت حاصل کرنا شروع کی اور بالآخر وسیع تر مالی ترقی کا ایک کلیدی ستون بن گیا۔[14] فی الوقت، بین الاقوامی پالیسی سازوں کے ایجنڈے میں مالی شمولیت اور مالی استحکام دونوں ہی نمایاں اہمیت کے حامل ہیں۔ لیکن نظریاتی طور پر، ان دونوں کے مابین تعلق اب تک ارتقاپذیر ہے۔ اوّل، بڑھتے ہوئے لٹریچر سے پتا چلتا ہے کہ مالی رسائی میں بہتری کے مالی استحکام پر اثر کا انحصار اس بات پر ہے کہ ان اصلاحات کا حصول اور انتظام کیسے کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، مہروترا اور یت مان (2015ء) کے مطابق، اگر بہت زیادہ مالی شمولیت کا نتیجہ قرضوں کی تیز نمو کی صورت میں نکلتا ہے تو، اور اہم بات یہ کہ، "اگر مالی نظام کے نسبتاً غیر منظم حصوں میں تیزی سے نمو ہو" تو بڑے خطرات پھیل سکتے ہیں۔[15] اسی طرح، 2008ء کے عالمی مالی بحران کے دوران مالی جدت کے مالی استحکام پر تباہ کن اثرات کے تناظر میں، ہنیگ اور جنسن (2010ء) نے پالیسی سازوں کو تجویز دی کہ "سخت تر ضوابط وضع کرتے وقت مالی شمولیت کے لیے منفی ردعمل سے لازمی طور پر احتراز" کریں۔[16] یہ تحقیق بتاتی ہے کہ مالی شمولیت کے امکانی نقصانات کی تلافی اہم

[13] جیسا کہ عالمی بینک (2007ء) نے کہا ہے، "عالمی بینک گروپ طویل عرصے سے تسلیم کر چکا ہے کہ اقتصادی ترقی کے لیے فعال مالی نظام ضروری ہیں۔ ان برسوں میں اس کے مالی شعبے کے کام نے مالی استحکام اور کارکردگی کی اہمیت پر زور دیا۔ تاہم، مالی خدمات تک وسیع تر رسائی کو فروغ دینے کے باوجود، نظریہ کے مقابلے میں عملاً اس پر کم توجہ دی گئی ہے۔ مالی ترقی کی رسائی کی جہت کو اکثر نظرانداز کیا جاتا رہا ہے، جس کی بڑی وجہ اس خطے میں اعداد و شمار کا سنگین خلا ہے۔ "[اے، ڈیمرگنچ کنٹ، ٹی، بیک، اور پی، ہنوہان (2007)۔ مالیات سب کے لیے؟ رسائی میں توسیع کی پالیسیاں اور خطرات۔ عالمی بینک کی پالیسی ریسرچ رپورٹ نمبر 41792۔ واشنگٹن ڈی سی: عالمی بینک۔

[14] ماخذ: حاشیہ 13 میں درج کردہ

[15] مہروترا اے این اور جے، بیت مان (2015ء)۔ مالی شمولیت: مرکزی بینکوں کے مسائل۔ بی آئی ایس سہ ماہی جائزہ، مارچ 2015ء: صفحہ 83 تا 96۔ بینک فار انٹرنیشنل سیٹلمنٹ۔

[16] ہینگ، اے، اور ایس جانسن (2010ء)۔ مالی شمولیت اور مالی استحکام: موجودہ پالیسی امور۔ اے ڈی بی آئی ورکنگ پیپر 259 ٹوکیو: ایشین ڈویلپمنٹ بینک انسٹی ٹیوٹ۔

حرکی فوائد سے ہو جاتی ہے، جو وقت کے ساتھ ساتھ ایک گہرے اور زیادہ متنوع مالی نظام کے ذریعے مالی استحکام میں اضافہ کرتے ہیں۔

ہان اور میلیکی (2013ء) نے بھی مؤخر الذکر نظریے کی حمایت کی، جنھوں نے تجربے سے ثابت کیا کہ مالی شمولیت بلاواسطہ طور پر استحکام میں اضافہ کر سکتی ہے: ڈپازٹس تک رسائی کے لیے نمائندے تعینات کر کے اور بینک ڈپازٹس کو استعمال کرتے ہوئے، تحقیق نے ثابت کیا کہ بینک ڈپازٹس تک زیادہ رسائی مالی دباؤ کے اوقات میں بینکوں کی رقوم کی اساس کو مزید مستحکم بناتی ہے۔[17] چنانچہ، اس نے ثابت کیا کہ "مالی استحکام میں اضافے کی پالیسی کوششوں کو صرف کلی محتاطیہ ضوابط پر ہی توجہ مرکوز نہیں کرنا چاہیے بلکہ بینک ڈپازٹس کی وسیع تر رسائی کے مالی استحکام پر مثبت اثر کو بھی تسلیم کرنا چاہیے"۔ پرساد (2010ء) نے ایسے ہی طریقہ کار کا مفروضہ قائم کیا، اور بتایا کہ بچت میں بلند مالی شمولیت بیرونی سرمایہ کاری پر انحصار میں کمی کرتے ہوئے ملکی سرمایہ کاریوں کی مالکاری میں اضافہ کرتی ہے، یوں استحکام میں اضافے پر منتج ہوتی ہے۔[18] ہاکنس (2016ء) تجویز کرتے ہیں کہ مالی استحکام اور مالی خدمات تک رسائی کے مرکزی بینک کے مقاصد ایک دوسرے کو تقویت دے سکتے ہیں، اور مالیات تک رسائی کو فروغ دینے سے قلیل اور طویل مدتی دونوں اعتبار سے مالی استحکام میں اضافہ ہوتا ہے۔[19] ایک اہم جہت جو قبول عام پا رہی ہے وہ یہ ہے کہ مالی استحکام پر بہت زیادہ زور دینے سے مالی اخراج نادانستہ طور پر بڑھ سکتا ہے (بی آئی ایس، 2015ء)۔[20] اہم بات یہ ہے کہ مالی شمولیت اور استحکام کے مابین پیچیدہ باہمی روابط (سمجھوتے اور ہم آہنگی) موجود ہیں، اور جب ان کو نظر انداز کیا جائے تو یہ ممکنہ طور پر بے جواز نتائج فراہم کر سکتے ہیں - جیسے گراں مالی بحران یا مسلسل مالی اخراج۔[21]

پاکستان کی بات کی جائے تو، ضوابطی فریم ورک کو مضبوط بنانا اور بینکاری صنعت کے استحکام کے مجموعی جزدان کو بہتر بنانا جامع اصلاحات کے اس عمل کا بنیادی جُز تھا، جس سے مالی شعبہ 1990ء کی دہائی اور 2000ء کی دہائی کے اوائل میں گذرا۔ تاہم، اس عمل میں افراد اور کاروباری اداروں کی مفید اور سستی مالی مصنوعات اور خدمات تک رسائی کو یقینی بنانے کے لیے دانستہ طور پر بنائے گئے پالیسی دباؤ پر زیادہ توجہ نہیں دی گئی۔ یہ مالی نظام کے واجبات اور اثاثوں دونوں پر صادق آتا تھا۔

واجبات کے ضمن میں، مالی شعبے کی تنظیمِ نو دراصل شمولیت کے لحاظ سے ابتداً نقصان دہ تھی۔ بالخصوص، نجکاری کا ایک متوقع نتیجہ یہ نکلا کہ بینک اپنے بنیادی وظائف کو بہتر بنانے کے لیے لاگت کم کرنے کے متعدد اقدامات کرنے لگے یعنی ملازمین کی چھانٹی اور بینکوں کی خسارے والی برانچوں کی بندش۔ جون 1997ء سے جون 2004ء کے دوران بینکوں کی 1656 برانچیں اور 4.7 ملین کھاتے بند ہوگئے، جن میں سے 4.1 ملین مختصر حجم کے کھاتے تھے (یعنی 5000 سے کم بیلنس کے حامل)۔ بعد کے برسوں میں، جب بینکوں نے اپنی رسائی کو بڑھایا اور نئی برانچیں کھولیں تو بینکاری سہولتوں سے محروم علاقوں میں ان کا نفوذ پست رہا۔ نتیجتاً، 2004ء اور 2019ء کے درمیان مختصر حجم کے کھاتوں کی تعداد میں مزید 2.7 ملین کمی واقع ہوئی۔

اگرچہ اضافی ضوابطی اقدامات کے مقابلے میں مالی شمولیت پر تاخیر سے توجہ دینے کے معاملے میں پاکستان تنہا نہیں تھا، تاہم جس چیز نے صورتِ حال کو مزید دشوار بنا دیا وہ ابھرتی ہوئی اور علاقائی معیشتوں کے مقابلے میں مالی گہرائی اور رسائی کی کیفیت تھی۔ خاص طور پر، ملک میں لین دین کے کھاتوں تک رسائی رکھنے والی بالغ آبادی کا پست ترین تناسب اور کرنسی تا ڈپازٹس کا بلند ترین تناسب موجود تھا (اور اب بھی موجود ہے) (**باب 3**)- یہ رسائی کی درجہ بندی کے مقابلے میں مالی اداروں کی کارکردگی کے لحاظ سے ملک کی درجہ بندی بہت زیادہ ہونے کی اہم وجوہات ہیں (**شکل 7.6**)۔[22] اس کے دو اہم مضمرات تھے۔

---

[17] ہان، آر، اور ایم، میلیکی (2013ء)۔ مالی شمولیت برائے استحکام: عالمی مالی بحران کے دوران بینک ڈپازٹس تک رسائی اور ڈپازٹس میں نمو۔ پالیسی ریسرچ ورکنگ پیپر، 6577۔ واشنگٹن ڈی سی: عالمی بینک

[18] پرساد، ای ایس (2010ء) ابھرتی ہوئی منڈیوں میں مالی شعبے کا ضابطہ اور اصلاحات: ایک جائزہ۔ آئی زیڈ اے ڈسکشن پیپر، 5233۔ بون: انسٹیٹیوٹ فار دی اسٹڈی آف لیبر۔

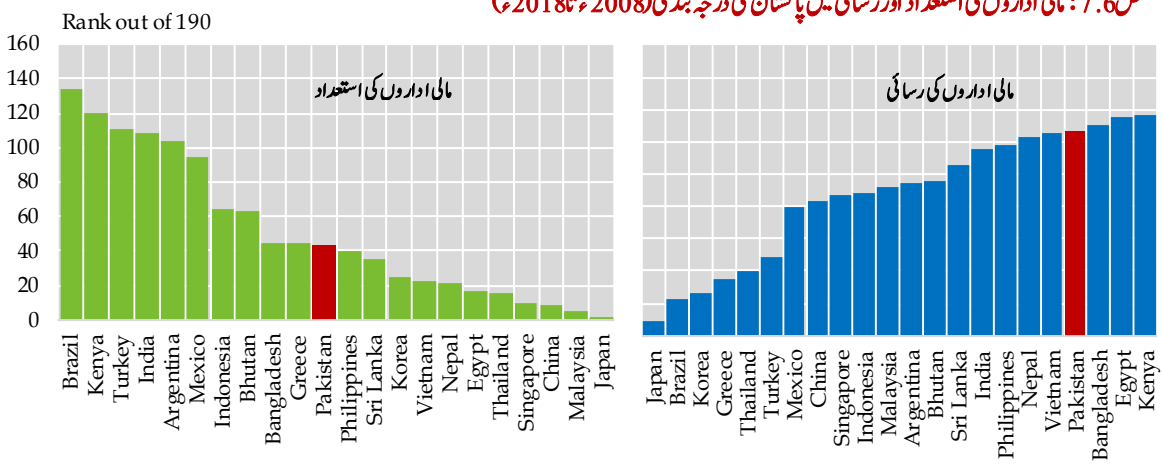
[19] ہاکنس، پی (2006ء) مرکزی بینکوں میں مالی رسائی اور مالی استحکام نیز ترقی کا چیلنج۔ بازل: بینک فار انٹرنیشنل سیٹلمنٹ۔

[20] بینکاری نگرانی پر بازل کمیٹی (2015ء)۔ مالی شمولیت سے متعلق اداروں کے ضابطے اور نگرانی میں عمل کی حد۔ بازل: بینک فار انٹرنیشنل سیٹلمنٹ۔

[21] مارٹن، سی، ڈیوڈ ایس، ایم، اور ایم، مارٹن (2016ء)۔ "مالی شمولیت اور مالی استحکام کا تعلق: تجارتی تعلقات اور ہم آہنگی کا مطالعہ"۔ پالیسی ریسرچ ورکنگ پیپر 7722۔ واشنگٹن ڈی سی: عالمی بینک

[22] آر سے، ایم چیچاک، پی، این، دیائے، اور اے بارا جس کا 2018ء میں ترمیم شدہ ڈیٹا بیس (2015ء)۔ مالی اعداد و شمار کی بحالی: ابھرتی ہوئی منڈیوں میں استحکام اور نمو، "ریویسٹا ڈی اکنامک انسٹی ٹیوشنل، 17(33): 73تا107۔

شکل 7.6: مالی اداروں کی استعداد اور رسائی میں پاکستان کی درجہ بندی (2008ء تا 2018ء)



Source: Revised 2018 database of R. Sahay, M. Čihák, P. N'Diaye, and A. Barajas (2015). "Rethinking Financial Deepening: Stability and Growth in Emerging Markets," Revista de Economía Institucional, 17(33): 73-107

اوّل، ڈپازٹس کی اساس دوسری ابھرتی ہوئی منڈیوں اور ترقی پذیر معیشتوں کی طرح نہیں بڑھ سکی، جس نے بینکوں کو دستیاب قابل قرض رقوم کا پُول محدود کر دیا۔ دوم، آبادی کے ایک بڑے حصے کی مناسب بینکنگ ہسٹری موجود نہیں ہے۔ مؤخر الذکر نکتہ اہم ہے، کیونکہ کمرشل بینکوں میں بنیادی لین دین کا کھاتہ (ٹرانزیکشن کھاتہ) ہونا وسیع تر شمولیت کی طرف پہلا قدم سمجھا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چھوٹے کاروباری ادارے اور افراد جن کی کریڈٹ ہسٹری اور کریڈٹ رجسٹریوں میں کوریج نہیں ہے وہ کم از کم بنیادی کھاتے کھول کر اور استعمال کر کے اپنی بینکنگ ہسٹری تشکیل دینا شروع کر سکتے ہیں۔ بتدریج، اس بینکنگ ہسٹری کو مع دیگر جدید تکنیکوں کے، بینک ان کے قرضے کی اہلیت جانچنے کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔ اس تناظر میں، لوگوں کی مالی خدمات تک رسائی اور ملک بھر میں قرضے کے نفوذ کے درمیان مضبوط مثبت ربط کوئی حیرت کی بات نہیں ہے (**شکل 7.7**)۔

چونکہ آبادی کا بڑا حصہ مالی اداروں کے ساتھ کسی بھی قسم کا تعلق نہیں رکھتا اس لیے معلومات کے عدم تناسب (ممکنہ قرض گیروں کی قرض کی اہلیت کی جانچ کے حوالے سے) نے ملکی قرضہ منڈی میں اپنی جڑیں برقرار رکھیں۔ سخت ضوابطی شرائط اور معاہدے کے نفاذ کے مسائل کی موجودگی میں، اس صورتِ حال سے معیشت کے بڑے حصے کو مالکاری حل کی فراہمی میں شمولیت متاثر ہوئی۔ تفصیلات اگلے سیکشن میں پیش کی گئی ہیں۔

ب۔ سخت ضوابط کی موجودگی میں قرضہ منڈی کی غیر تصفیہ شدہ ناکامیوں نے دشواریوں کو بڑھا دیا

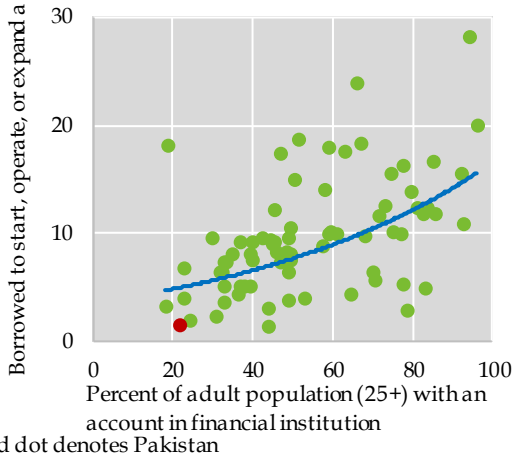
مالی شعبے کی وسیع تر صارفی اساس کے حصول کے لیے معلومات کی مجموعی صورتِ حال اور معاہداتی انفراسٹرکچر ناگزیر ہے۔ ان شعبوں میں خامیاں بالخصوص ان افراد اور کاروباری اداروں پر بار ہوتی ہیں جو ضمانت، کریڈٹ / بینکنگ ہسٹری اور روابط کے معاملے میں پیچھے ہوتے ہیں، کیونکہ کسی مستند ضمانت اور قرقیوں میں قانونی نرمی کی عدم موجودگی سے نادہندگی کی صورت میں بینکوں کے لیے نقصان کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ چنانچہ، ادارہ جاتی اصلاحات، جو املاک کے حقوق کو محفوظ بناتی ہیں، قرض دہندگان کے حقوق کو یقینی بناتی ہیں، اور قرضے کی رجسٹریاں بناتی ہیں، انھیں ایک فعال مالی نظام کے لیے طویل مدتی شرط سمجھا جاتا ہے۔

بالخصوص، کریڈٹ بیوروز کی کامیابی کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ معیشت میں ان کی موجودگی اور کوریج کے حجم کا نجی شعبے کے قرضے کے حجم کے ساتھ مثبت ربط ہوتا ہے (**شکل 7.8**)۔ جب بینکنگ ہسٹری دستیاب نہ ہو تو پہلی بار قرض لینے والوں، بالخصوص مالی خدمات کے حامل محروم اور نیم محروم گھرانوں اور کاروباری اداروں، کے نان بینک تھرڈ پارٹی کوائف، جیسے صارف کی یوٹیلٹی ادائیگیوں، ٹیلی کام سے متعلق لین دین وغیرہ، خطرے کے جائزے اور قرضے کے تخمینے کے ضمن میں اہم عناصر کے طور پر کام کر سکتے ہیں۔ ایسی

معلومات اور / یا مناسب ضمانت تک رسائی کے بغیر، بینک گھرانوں اور فرموں کو قرضے دینے میں ہچکچاتے ہیں۔ یہاں، انفرادی سطح کی معلومات کے ساتھ ساتھ، شعبے یا گروپ سطح کے کوائف کی دستیابی بھی کمرشل بینکوں کے لیے قرض دینے کے فیصلوں میں بھی اتنی ہی اہم ہو سکتی ہے۔ چودھری اور جین (2020ء) نے معلوم کیا کہ پاکستان کے سرکاری شعبے کے واحد کریڈٹ بیورو، ای سی آئی بی، کی جانب سے 2006ء میں فرموں کی گروپ سطح کی معلومات کی فراہمی بند کیے جانے کے بعد،[23] وہ بینک ("باخبر بینک") جو کسی قرض گیر گروپ میں دیگر فرموں کے بارے میں زیادہ نجی معلومات رکھتے تھے، انھوں نے کم باخبر بینکوں کے مقابلے میں اس فرم کو زیادہ قرض دیا۔ اہم بات یہ ہے کہ یہ ان بینکوں پر بھی صادق آتا تھا جن کے اس فرم کے ساتھ پہلے سے تعلقات تھے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ماضی کے تعلقات معلومات کی کمی کی تلافی نہیں کر سکتے ہیں۔ مزید برآں، کم باخبر قرض گاروں سے قرض لینے والوں کے مقابلے میں باخبر قرض گاروں سے قرض لینے والے کاروباری اداروں نے 12.3 فیصد زائد قرض لیا۔ اس مقالے میں یہ بھی معلوم ہوا کہ معلومات کے اس عدم تشاکل سے چھوٹی کمپنیاں سب سے زیادہ متاثر ہوئیں۔[24]

خُرد، چھوٹے اور درمیانے درجے کاروباری اداروں کے لیے بالخصوص صورتِ حال ناموافق ہے، کیونکہ ان کے سرمائے کا بیشتر ذخیرہ منقولہ اثاثوں، جیسے واجبات، دانشورانہ املاک، انونٹری، زرعی پیداوار، پٹرولیم یا معدنیات، موٹر گاڑیوں وغیرہ، پر مشتمل ہے۔ بیشتر ابھرتی ہوئی منڈیوں اور ترقی پذیر معیشتوں میں ان اثاثوں کو قرض گیری کے لیے بطور ضمانت استعمال نہیں کیا جا سکتا، جس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ یا تو قانون انھیں ضامن آلات کے طور پر تسلیم نہیں کرتا، یا یہ اثاثے قرض گاروں کو مناسب تحفظ فراہم نہیں کر سکتے۔ ایسی صورتوں میں، کریڈٹ رجسٹریوں کا کردار اور اہم ہو جاتا ہے، کیونکہ یہ کسی بینک کے لیے اس خطرے میں کمی کر دیتی ہیں کہ قرض گیر اسی منقولہ جائیداد کو حقیقی قرض گار کے علم میں لائے بغیر دوسرے بینکوں سے لیے گئے قرضوں کو محفوظ بنانے کے لیے بطور ضمانت استعمال کرے گا۔

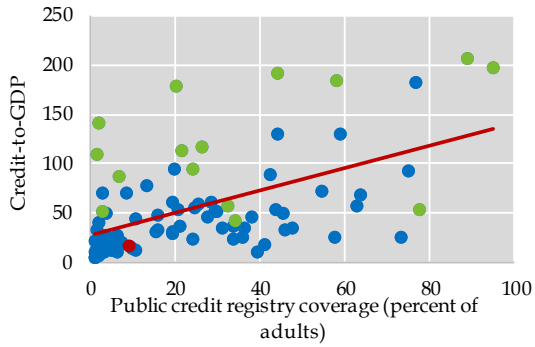
شکل 7.7: مالی رسائی اور قرضے کے نفوذ کے درمیان تعلق



Red dot denotes Pakistan

Source: World Bank Findex Database for Middle Income

شکل 7.8: کریڈٹ رجسٹری کی کوریج اور نجی قرضے کا ربط (2010-19ء)



Note: Based on 88 AEs (green) and EMDEs (blue) public registry coverage of at least 1 percent of adults. Red dot denotes Pakistan.

Source: WDI; World Bank Doing Business Database

تجربی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ کریڈٹ رجسٹریوں کا قرضے کی نمو سے مثبت تعلق ہے (ملر، 2003ء)۔[25] رسد کے لحاظ سے، کریڈٹ بیورو کی موجودگی سے 50 فیصد سے زیادہ فرموں میں پروسیسنگ کے وقت، لاگتوں اور نادہندگی میں کمی پائی گئی (ورلڈ بینک، 2004ء)۔[26] اسی دوران، طلب کے ضمن میں،

[23] ای سی آئی بی کے مطابق گروپ کی تعریف میں وہ تمام فرمیں شامل ہیں جن کے کم از کم ایک ڈائریکٹر کا ایک دوسرے کے ساتھ اشتراک کیا گیا۔

[24] چودھری، ایم اے، اور اے، کے، جین، (2020ء)۔ غیر متناسب طور پر آگاہ قرض گاروں کو معلوماتِ عامہ کس طرح متاثر کرتی ہے: کریڈٹ رجسٹری میں اصلاحات سے شواہد۔ جرنل آف ڈویلپمنٹ اکنامکس، 143: 102407۔

[25] کے، چوان، اور جے، ڈی گریگاریو (2003ء)۔ قرض کی معلومات اور منڈی کی کارکردگی: چلی کا کیس"۔ ایم، جے، ملر (ایڈ)۔ قرضے کی رپورٹنگ کا نظام اور بین الاقوامی معیشت۔ میساچوسیٹس: ایم آئی ٹی پریس

[26] عالمی بینک (2004ء) 2005ء میں کاروبار کرنا: ترقی کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنا۔ عالمی بینک۔

کریڈٹ بیورو کی حامل معیشتوں میں 40 فیصد فرمیں قرضہ لینے کی اہل تھیں، جبکہ وہ ممالک جن میں کریڈٹ بیورو نہیں ان کی شرح محض 28 فیصد تھی (لو اینڈ مائلینکو، 2003ء)۔[27] اسی طرح، جب کریڈٹ رپورٹس دستیاب اور قابل رسائی تھیں، کاروباری اداروں نے داخلی مالکاری پر کم انحصار کیا، جس کی وجہ سے کریڈٹ کی رکاوٹیں کم ہو گئیں (گیلنڈو اور ملر، 2001ء)۔[28]

ملک کے لگ بھگ 70 فیصد خرد، چھوٹے اور درمیانے کاروباری ادارے خردہ فروشی اور دیگر خدمات کے زمروں میں کام کرتے ہیں اس لیے پاکستان میں منقولہ اثاثوں کا مسئلہ بہت شدید ہے۔ ان کاروباری اداروں کے لیے، غیر منقولہ اثاثوں، جیسے ریئل اسٹیٹ، کا حصول دشوار ہے۔ مزید برآں، ملکی خرد، چھوٹے اور درمیانے کاروباری اداروں میں غیر رسمیت کی بلند سطح اور ان کی بینکاری کی محدود ہسٹری کی وجہ سے ان زمروں میں قرضوں کا تخمینہ لگانا ایک بوجھل عمل رہا ہے، جس میں غیر بینکاری اور متبادل معلومات کے حصول اور پڑتال کی ضرورت ہوتی ہے۔[29] ضوابطی سطح پر، قرض کی درخواست کرنے والے کسی بھی ادارے کی جانچ پڑتال کے لیے بینکوں کو دستیاب معلومات کا واحد ادارہ سرکاری الیکٹرانک کریڈٹ انفارمیشن بیورو (ای سی آئی بی) ہے، جو 1998ء میں شروع کیا گیا تھا اور اسٹیٹ بینک کے تحت کام کر رہا ہے – اور دو نجی ملکیتی بیوروز ہیں، جو افراد اور کاروباری اداروں کے قرضے کا ڈیٹا بیس رکھتے ہیں۔ تاہم ان دونوں کی کارکردگی میں وقتاً فوقتاً بہتری کے باوجود، ان کی کوریج بہت کم رہی ہے؛ بیوروز صرف 10 تا 20 فیصد قرض گیروں اور چند ایس ایم ایز (جو 6 ملین روپے سے کم قرضے لیتے ہیں) کا ڈیٹا رکھتے ہیں۔[30]

اس کم کوریج کی بنیادی وجہ مالی شمولیت کی بالعموم پست صورتِ حال ہے اور یہ وجہ بھی ہے کہ ان بیوروز نے ٹیلی کام اور یوٹیلیٹی کمپنیوں سے معلومات اکٹھی نہیں کیں، جو خرد، چھوٹے اور درمیانے کاروباری اداروں کی کریڈٹ ہسٹری مرتب کرنے میں کافی حد تک حصہ لے سکتی تھیں۔ مزید یہ کہ، پاکستان میں صرف سرکاری شعبے (اسٹیٹ بینک کی ای سی آئی بی) میں ایک ضخیم کریڈٹ رجسٹری موجود ہے۔ جس کا بنیادی مقصد مجموعی بینکاری نظام کی ضابطہ کاری اور نظم و نسق کی معاونت ہے۔ چنانچہ ان کی تشکیل ضابطہ کار، جیسے مرکزی بینک کے استعمال کے مطابق ہوئی ہے، اور وہ کمرشل بینکوں کی ضروریات کو پورا نہیں کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر، 90 فیصد نجی بیورو کے مقابلے میں سرکاری کریڈٹ رجسٹریوں میں سے صرف 14 فیصد نے، کریڈٹ اسکورنگ جیسی خدمات پیش کیں۔[31] کاروبار کرنے کے اظہاریے 2020ء کے مطابق، متعدد معیشتوں میں تھرڈ پارٹی کے اعداد و شمار (جیسے خردہ فروشوں اور یوٹیلٹی خدمات کے فراہم کنندگان سے حاصل کردہ معلومات) کو جمع کرنے والی رجسٹریاں اور بیورو کوریج کی 67 فیصد کی اوسط شرح (بالغان کا فیصد) حاصل کرنے میں کامیاب رہے۔

لہٰذا، نجی کریڈٹ رجسٹریوں کو سرکاری طور پر تسلیم کرنے اور لائسنس دینے پر تاخیر سے توجہ دینا ملک کے لیے گراں ثابت ہوا۔ اس اثنا میں، بیشتر دیگر علاقائی معیشتوں نے ایشیائی مالی بحران (ہانگ کانگ، ملائیشیا، ویتنام)،[32] اور / یا 2000ء کی دہائی کے آغاز پر قرضے میں تیزی سے توسیع (سنگاپور، بھارت، تھائی لینڈ، جنوبی کوریا) کے بعد اس محاذ پر توجہ مرکوز کرنا یا اس میں وسعت دینا شروع کر دی۔[33] تاہم، قرضے کی معلومات جمع کرنے کے عمل میں پیش

---

[27] لو، آئی، اور این، مائلنکو (2003ء) قرضے کی رپورٹنگ اور مالکاری کی رکاوٹیں۔ پالیسی ریسرچ ورکنگ پیپر 3142۔ واشنگٹن ڈی سی: عالمی بینک۔

[28] گیلینڈو، اے، اور ایم، ملر (2001ء) کیا کریڈٹ رجسٹریاں قرضے کی رکاوٹوں کو کم کر سکتی ہیں؟ فرم کے سرمایہ کاری کے فیصلوں میں قرضے کی رجسٹریوں کے کردار پر تجربی ثبوت۔ انٹر امریکن ڈویلپمنٹ بینک سیمینار، "مسابقت کی جانب: ادارہ جاتی راہ"۔ سینٹیاگو: انٹر امریکن ڈویلپمنٹ بینک

[29] مثال کے طور پر، اسٹیٹ بینک کی جانب سے منعقد کی گئی 2014ء کی تاجر اور ایجنٹ کی ثالثی قرض گاری کے (آزمائشی) مطالعہ احوال سے پتہ چلا کہ کسی قرض کو حتمی شکل دینے میں بینک کو اوسطاً لگ بھگ 17 ایام کار لگتے ہیں۔ اس کے علاوہ، ٹریژری اور محصول کے محکموں کے ساتھ بات چیت نے اس عمل میں مزید 7 ایام کار کا اضافہ کیا۔ بالآخر، اختتام ہفتہ، امن و امان کی صورت حال، اور کاشت کاروں کے لیے ذرائع نقل و حمل کی ناکافی فراہمی جیسے عوامل کی وجہ سے تاخیر کے نتیجے میں ایک ہی لین دین کو مکمل ہونے کے لیے مجموعی طور پر 52 کاروباری دن درکار تھے۔ حوالہ: بلوچ کے اے، اور ایم، اے، چودھری (2014ء)، ایجنٹ انٹرمیڈیٹڈ لینڈنگ: ٹیاری کیس شعبہ تحقیق، عارضی (Occasional) ریسرچ پیپرز۔ کراچی: اسٹیٹ بینک آف پاکستان

[30] نینوا، ایل، سی، تھیورونیانگ، اور اے، احمد (2009ء)، "پاکستان کے غریبوں تک مالکاری لانا: نیم محروم اور چھوٹے کاروباری اداروں کے لیے مالیات تک رسائی پر مطالعہ"۔ رپورٹ نمبر 48672۔ واشنگٹن ڈی سی: عالمی بینک

[31] عالمی بینک (2004ء)۔ 2005ء میں کاروبار کرنا: نمو کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنا۔ واشنگٹن ڈی سی: عالمی بینک

[32] چکرورتی، آر، جی، بی ایچ، سٹی بینک، این اے، اور بینک، اے پی سی (2005ء)۔ ایشیا پیسیفک میں کریڈٹ بیورو کا ارتقا۔ نیویارک: سٹی بینک، این، اے۔

[33] سان فرانسسکو کے فیڈرل ریزرو بینک (2011ء)۔ ایشیا میں کریڈٹ بیورو۔ ایشیا فوکس نیوز لیٹر اکتوبر 2011ء میں جاری کیا گیا۔ سان فرانسسکو: فیڈرل ریزرو بینک آف سان فرانسسکو۔

رفت کے باوجود کریڈٹ کوریج اور قانونی حقوق کی مضبوطی کے لحاظ سے پاکستان دوسرے ممالک سے پیچھے ہے (**جدول 7.1**)۔

مزید برآں، ان شعبوں میں بھی جہاں ضمانت کی فراہمی سے بینکوں کے خدشات کم کرنے میں مدد ملنا چاہیے تھی، وہاں قرقی کے قوانین کے کمزور نفاذ کی وجہ سے قرض گاری کم رہی۔ اس نے بالخصوص رہن کو متاثر کیا، جو ترقی یافتہ ممالک اور ابھرتی ہوئی منڈیوں اور ترقی پذیر معیشتوں دونوں میں گھرانوں کو دیے جانے والے بیشتر قرض پر مشتمل ہوتے ہیں (اس بارے میں مزید بات آگے کی جائے گی)۔ مزید یہ کہ، ملک میں خراب قرضوں کی بازیافت ہمیشہ سے ہی ایک مشکل، وقت طلب، اور مہنگا کام رہا ہے۔ جہاں تک قرض کی معافی کی بات ہے، ضوابطی بنیادوں پر جائز ہونے کے باوجود، نفاذ کے امور کی وجہ سے کمرشل بینک اپنے کھاتوں میں جمع ہو جانے والے خراب قرضوں کی صفائی نہیں کر سکے ہیں۔

جدول 7.1: قرضے کے حصول میں نرمی–ایک موازنہ*

قانونی حقوق کی طاقت (0-12)

	2010ء	2011ء	2012ء	2013ء	2014ء	2015ء	2016ء	2017ء	2018ء	2019ء	2020ء
مصر	3	3	3	3	2	2	2	2	2	5	5
بھارت	8	8	8	8	6	6	6	6	8	9	9
انڈونیشیا	5	5	5	5	4	4	5	6	6	6	6
ملائشیا	10	10	10	10	7	7	7	7	7	7	7
پاکستان	**5**	**5**	**5**	**5**	**2**	**2**	**2**	**2**	**2**	**2**	**2**
فلپائن	4	4	4	4	1	1	1	1	1	1	1
سری لنکا	4	4	4	5	2	2	2	2	2	2	2
تھائی لینڈ	5	5	5	5	3	3	3	3	7	7	7
ویتنام	7	7	7	7	7	7	7	7	8	8	8

قرض کی معلومات کے اشاریے کی گہرائی (0-8)

	2010ء	2011ء	2012ء	2013ء	2014ء	2015ء	2016ء	2017ء	2018ء	2019ء	2020ء
مصر	6	6	6	6	8	8	8	8	8	8	8
بھارت	5	5	5	5	7	7	7	7	7	7	7
انڈونیشیا	5	5	5	5	6	6	6	6	7	8	8
ملائشیا	6	6	6	6	7	7	7	8	8	8	8
پاکستان	**2**	**2**	**2**	**2**	**3**	**3**	**3**	**7**	**7**	**7**	**7**
فلپائن	0	0	0	4	6	6	6	7	7	7	7
سری لنکا	5	5	5	5	6	6	6	6	6	6	6
تھائی لینڈ	5	5	5	5	6	6	6	7	7	7	7
ویتنام	4	4	4	4	6	6	7	7	7	7	8

کریڈٹ بیورو/رجسٹری کی کوریج (بالغوں کا فیصد)**

	2010ء	2011ء	2012ء	2013ء	2014ء	2015ء	2016ء	2017ء	2018ء	2019ء	2020ء
مصر	8	10	14	16	20	22	21	22	25	27	31
بھارت	10	10	15	15	20	22	22	21	44	56	63
انڈونیشیا	22	25	32	36	41	46	49	52	55	58	40
ملائشیا	82	100	83	82	77	79	77	76	83	87	89
پاکستان	**6**	**6**	**7**	**7**	**8**	**7**	**7**	**9**	**10**	**11**	**12**
فلپائن	1	1	1	7	7	7	8	10	11	12	14
سری لنکا	14	19	29	34	39	45	50	57	35	47	49
تھائی لینڈ	33	36	42	44	49	53	60	53	57	60	57
ویتنام	19	26	30	38	39	42	42	42	51	55	59

* 2015ء سے طریقہ کار میں تبدیلی آئی؛ 2010ء سے 2013ء کی اشکال پرانے طریقہ کار پر مبنی ہیں۔ ہلکے رنگ پست اسکور اور گہرے رنگ بلند اسکور کی نمائندگی کرتے ہیں (بلند تر بہتر ہے)۔

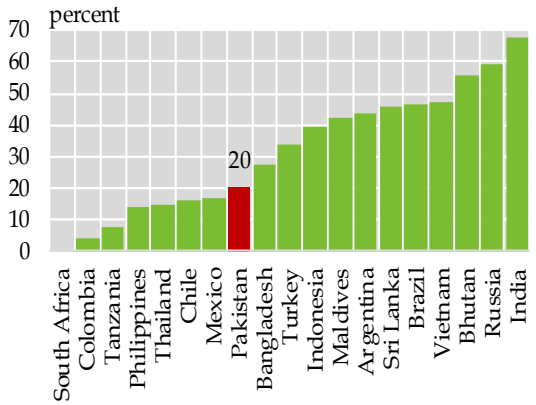
** پیور وپار جسٹری کوریج کا بلند تر لیا گیا ہے

اعداد و شمار کا ماخذ: کاروبار کرنے کے اظہاریے، عالمی بینک

ج۔ دیگر ابھرتی ہوئی منڈیوں میں ریاست کی مداخلت اب بھی ایک عام بات ہے اور کچھ ممالک میں قرضے کے نفوذ میں موجود اختلافات کی وجہ ہوسکتی ہے

اہم بات یہ ہے کہ یہ رسدی مسائل- معلومات کی بہت ساری بے ترتیبی اور قرضوں کی معافی و قرقی کے ضمن میں بینکوں کو درپیش رکاوٹیں، نجی قرضے کی نمو میں موافق گردشی (pro-cyclical) عناصر کو بڑھاوا دینے کا مضبوط رجحان رکھتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ بدحالی یا بحران کے زمانے میں نمو کو فروغ دینے کے لیے بینک قرض کے استعمال کے امکانات کافی محدود ہیں۔ اس تناظر میں، یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ بہت سی ابھرتی ہوئی منڈیوں اور ترقی پذیر معیشتوں میں، ریاست اب بھی منتخب اداروں کے ذریعے مخالف گردشی (counter-cyclical) پالیسیاں مرتب کرنے میں مصروف ہے اور ترقیاتی مالیات کے ایجنڈے پر بھی سرگرمی سے عمل پیرا ہے۔

شکل 7.9: مجموعی بینکاری اثاثوں میں سرکاری بینکوں کا حصہ



Source: Bank Regulation and Supervision Survey 2019 Database, World Bank; Figure are for 2016

1980ء کی دہائی کے اواخر میں آزادکاری اور ڈی ریگولیشن کے بعد، 2016ء کے دوران دنیا میں ریاستی بینکوں کا بینکاری نظام کے کل اثاثوں میں حصہ صرف 14 فیصد رہ گیا جبکہ 1970ء میں یہ اوسطاً 67 فیصد تھا۔[34] تاہم، کچھ ممالک، جیسے چین، بھارت، روس، ویتنام اور برازیل، نے بینکاری نظام کے تقریباً نصف اثاثوں پر ریاستی اختیار برقرار رکھا (**شکل 7.9**)۔ ارجنٹینا، انڈونیشیا، سری لنکا، اور ترکی میں بھی 30 تا 50 فیصد اثاثوں کے ساتھ سرکاری بینکوں کی موجودگی نمایاں ہے۔ اس کے برخلاف، پاکستان نے بیشتر مشرقی ایشیائی، یورپی اور وسط ایشیائی ممالک کی طرح، بینکاری نظام میں ریاست کے کردار کو نمایاں طور پر کم کرنے کا فیصلہ کیا۔[35] 2020ء تک سرکاری بینکوں کا حصہ کم ہو کر صرف 20 فیصد رہ گیا ہے جبکہ 1990ء میں یہ 90 فیصد تھا۔

کچھ ابھرتی ہوئی معیشتوں کے سرکاری بینکوں کے بڑے حصے کو جاری رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ادارے منڈی کے نقائص کی تلافی کرکے بالخصوص طویل مدتی قرضے، انفراسٹرکچر کی مالکاری، اور نیم محروم شعبوں، جیسے ایس ایم ایز اور زراعت، کے لیے مالیات تک رسائی فراہم کرکے ترقیاتی کردار ادا کرتے ہیں۔ مزید برآں، تجربی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ سرکاری ملکیت والے کمرشل بینکوں کے قرض گاری آپریشنز اقتصادی اتار چڑھاؤ سے زیادہ متاثر نہیں ہوتے (ڈوپرے، 2015ء)۔[36] سرکاری بینکوں کے ذریعے قرضہ دینا نجی بینکوں کے مقابلے میں کم موافق گردشی (pro-cyclical) ہوتا ہے—خاص طور پر، اگر بینک کسی ایسے ملک میں کام کرتا ہے جس کی درجہ بندی نظم و نسق کے پیمانے پر بلند ہو (برٹے وغیرہم، 2015ء)۔[37] تاہم، سرکاری اداروں میں نظم و نسق کے مسائل اور سیاسی مداخلت اکثر وسائل کی غلط تقسیم اور ناقص کارکردگی کا باعث بنی، اور اس نے بہت سے ممالک (بشمول پاکستان) کو نجی ملکیت کی طرف دھکیل دیا۔[38] بہت سی ابھرتی ہوئی منڈیوں اور ترقی پذیر معیشتوں کے ماضی کے تجربات یہ بھی بتاتے ہیں کہ "قرضے دینے میں دوست پروری بڑے مالیاتی واجبات کو جنم دے سکتی ہے اور سرکاری شعبے میں ادائیگی قرض کی صلاحیت اور مالی استحکام کو خطرے میں ڈالنے کے ساتھ ساتھ

[34] چیچاک، ایم اور اے دیمرگچ کنٹ (2013ء)۔ مالیات میں ریاست کے کردار پر نظر ثانی۔ پالیسی ریسرچ ورکنگ پیپر 6400۔ واشنگٹن ڈی سی: عالمی بینک

[35] 1994ء میں مشرقی ایشیا اور یورپ اور وسطی ایشیا میں سرکاری بینکوں کا حصہ بالترتیب 23 اور 48 فیصد سے کم ہو کر 2010ء میں 13 اور 14 فیصد ہو گیا۔ [کل، آر، ایم، ایس، ایم، پیریا اور جے، ویریئر (2018ء)۔ بینک کی ملکیت: رجحانات اور مضمرات۔ پالیسی ریسرچ ورکنگ پیپر۔ واشنگٹن ڈی سی: عالمی بینک

[36] ڈوپرے، ٹی (2015ء)۔ "کیا سرکاری بینک عام رجحان کے برعکس قرض دیتے ہیں؟" بین الاقوامی جرنل آف مرکزی بینکاری۔ 11:65 تا 112۔

[37] برٹے، اے، سی، اے، ڈیمرگچ کنٹ، اور ایچ، ہوئیزنگا (2015ء)۔ کاروباری دور پر بینک کی ملکیت اور قرض: کیا مرکزی بینک کی قرض گاری موافق گردشی ہے؟۔ جرنل برائے بینکاری و مالیات۔ 50 "326 تا 339۔

[38] کل، آر، ایم، ایس، ایم، پیریا اور جے، ویریئر (2018ء)۔ بینک کی ملکیت: رجحانات اور مضمرات۔ پالیسی ریسرچ ورکنگ پیپر 8297۔ واشنگٹن ڈی سی: عالمی بینک

وسائل کی غلط تقسیم اور بالآخر ترقی کی رفتار کم کرتی ہے"۔[39] پاکستان کا تجربہ بھی کچھ مختلف نہیں رہا۔[40]

ترقیاتی مالیات کے حوالے سے بھی، اگرچہ اصلاحات کے بعد کے عرصے میں پاکستان ہدفی قرضے کے استعمال سے دستبردار ہو گیا، تاہم متعدد ایشیائی ممالک میں یہ عمل جاری رہا۔ مثال کے طور پر، بھارت میں بینکوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنے قرضے کے مجموعی جزدان کا کم سے کم 40 فیصد سے زائد قرضہ ترجیحی شعبوں کو دیں۔[41] برازیل میں، مختص قرضہ مجموعی بینک قرض کے تقریباً نصف حصے پر مشتمل ہے؛[42] اہم بات یہ ہے کہ بینکوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ بچت کھاتوں کی 65 فیصد سیالیت مکاناتی مالکاری کے لیے دیں، جس میں سے 80 فیصد قرضے رعایتی شرحِ سود پر دیے جاتے ہیں۔ اسی طرح، انڈونیشیا میں، بینکوں کے مجموعی قرضہ جزدان کا کم از کم 20 فیصد ایس ایم ایز کے لیے مختص کرنا ضروری ہے۔ تھائی لینڈ میں، بینکوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے ڈپازٹس کے کم از کم 20 فیصد کے برابر رقم ایس ایم ای قرضوں کے لیے مختص کریں۔ فلپائن میں، ایس ایم ایز کو دیے جانے والے قرضوں کا مجموعی قرض گاری جزدان کے کم از کم 8 فیصد پر مشتمل ہونا ضروری ہے۔

اس طرح کے نقطہ ہائے نظر کی افادیت بحث طلب ہے: یہاں تک کہ ایسے ممالک میں بھی، جنھوں نے ہدفی قرضے کی موجودگی میں اقتصادی نمو حاصل کی، جبری قرض گاری کے تصور کے خلاف کچھ مزاحمت پائی جاتی ہے۔ بھارت اس مظہر کی ایک بہترین مثال ہے۔ 1990ء کی دہائی میں ترجیحی شعبوں کو قرض گاری ملک کی مالی اصلاحات کا ایک اہم عنصر تھا، جو آج بھی، کچھ ترمیم کے ساتھ جاری ہے۔ تاہم، اس حقیقت کے باوجود کہ بھارت میں جی ڈی پی کی شرح نمو 1991ء تا 2019ء کے 28 برسوں کی اوسط تقریباً 6.3 فیصد تھی، ترجیحی شعبوں کو قرض گاری کو اس بنیاد پر تنقید کا نشانہ بنایا گیا کہ اس کی عدم موجودگی میں ملک کی کارکردگی مزید بہتر ہو سکتی تھی۔[43] اسی طرح، بینکوں کے قرضے اور سرمایہ کاری کے فیصلوں میں ریاست کی حد سے زیادہ مداخلتوں کے نتیجے میں ویتنام کے مالی شعبے میں بھی کمزوریاں سامنے آئی ہیں۔[44]

گذشتہ ایک دہائی کے دوران، پاکستان میں صرف ایک قسم کی مداخلتیں ہوئی ہیں، جو یہ ہیں: i) برآمد کنندگان اور برآمدات پر مبنی سرمایہ کاری منصوبوں، ایس ایم ای اور خصوصی زمروں (جیسے کاروباری خواتین اور خصوصی افراد) کے لیے اسٹیٹ بینک کی رعایتی نومالکاری سہولتیں؛ ii) ڈونر کی مالی اعانت سے چلنے والی اشتراکِ خطر کی قرضہ اسکیم کا انتظام اور پہلی کریڈٹ گارنٹی کمپنی (دی پاکستان کریڈٹ گارنٹی کمپنی لمیٹڈ کا قیام)؛ iii) ایس ایم ای مالکاری کے لیے اسٹیٹ بینک کی جانب سے کمرشل بینکوں اور ترقیاتی مالی اداروں کے لیے علامتی اہداف؛ اور iv) بینکوں کی استعداد میں اضافی اور ایس ایم ایز میں مالی شعبے کی آگاہی پیدا کرنا۔ ان کے نتائج اب تک ملے جلے رہے ہیں۔

---

[39] حوالہ: حاشیہ 34 میں درج کردہ

[40] جیسا کہ مالی جائزے کی رپورٹ 1991ء تا 2000ء میں غور کیا گیا ہے، "سرکاری بینکوں کو اثاثوں، ڈپازٹس، پیشگیوں اور سرمایہ کاری کے لحاظ سے اپنے مارکیٹ حصص کو برقرار رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔ مزید برآں، سیاسی مداخلت، زائد عملہ، زیادہ برانچیں اور نااہلیتوں کی وجہ سے اس گروپ میں بڑے غیر فعال قرضوں، بلند انتظامی اخراجات، بھاری نقصانات اور دیمک زدہ سرمایہ جاتی اساس کے مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔

[41] یہ ضرورت 1980ء کے بعد سے موجود ہے، جب کمرشل بینکوں کو مارچ 1985ء تک ترجیحی شعبوں میں اپنے قرضوں کا تناسب مجموعی بینک قرضوں کے 40 فیصد تک بڑھانے کی ہدایت دی گئی تھی۔ ان ترجیحی شعبوں میں زراعت، خرد اور چھوٹے کاروباری ادارے، تعلیم، خرد قرضے، مکانات کاری، بعض شعبوں کو برآمدی قرضے وغیرہ شامل تھے۔ تب سے، ترجیحی شعبے کے قرضوں کے دائرہ کار اور متعدد بینک گروپوں کے لیے اہداف اور ذیلی اہداف میں متعدد تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں (ماخذ: ریزرو بینک آف انڈیا)

[42] برازیلی حکومت سرکاری ملکیت والے بینکوں اور مختص قرضوں کے ذریعے قرضہ منڈی میں مداخلت کرتی ہے۔ فرموں کو بشمول دیگر سرمایہ کاری، برآمدات یا زراعت کی ترغیب دینے کے پروگراموں کے ذریعے مختص قرضے مل سکتے ہیں۔ یہ قرضے یا تو براہ راست حکومت کے زیر ملکیت بینکوں کے ذریعے دیے جاتے ہیں یا نجی بینکوں کے ذریعے۔ ان قرضوں پر عائد سود کی شرحوں کو منضبط کیا جاتا ہے اور وہ غیر منضبط قرضہ منڈی میں عائد محصولات سے کافی کم ہیں۔ [ماخذ: بونومو، ایم اور بی، مارٹنز (2016ء)۔ زری منتقلی کے نظام میں حکومت کے لیے گئے قرضوں کا اثر: ہم فرموں کی سطح کے اعداد و شمار سے کیا سیکھ سکتے ہیں؟ ورکنگ پیپر 419۔ برازیلیا: بانکو سینٹرل دو برا سیل]

[43] یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ بھارت میں نجی شعبے کی قرض گاری کا پیداوار پر نہ ہونے کے برابر اثر پڑا، اور اس کا موازنہ زراعت اور چھوٹے پیمانے کی صنعت کے لیے منتقلی کے پروگرام سے کیا جا سکتا ہے۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے: جے، اے، ہینسن (2006ء)۔ "انڈونیشیا اور بھارت: دباؤ اور آزاد کاری کے متضاد طریقے"۔ جی، کیپریو، پی ہونہان، اور جے، ای، اسٹیگلٹز (ایڈ)۔ مالی آزاد کاری: کب اور کتنی تیز؟ کیمبرج: کیمبرج یونیورسٹی پریس۔ مزید یہ کہ جبری قرض گاری کی عدم موجودگی میں، یہ فنڈز کارپوریٹ سیکٹر میں پیداواری فرموں کے لیے زیادہ سے زیادہ بہتر طریقے سے تقسیم کیے جا سکتے تھے، جس کے نتیجے میں زیادہ پیداوار، ملازمتوں کی تخلیق، اور ممکنہ طور پر بلند ٹیکس محاصل مل سکتے تھے، جو ہدفی قرضے کی اسکیموں کے مقابلے میں حکومت کے فلاحی مقاصد کو بہتر طور پر حل کر سکتے ہیں۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے، فریل، ڈی، ایس لنڈ، ای گرین برگ، جے روزن فیلڈ، اور ایف مورین۔ (2006ء) مالیاتی شعبے کی اصلاحات کے ذریعے ہندوستان کی نمو کو تیز کرنا۔ سان فرانسسکو: میکینزی گلوبل انسٹی ٹیوٹ۔

[44] ماخذ: عالمی بینک، (2014ء)۔ مالی شعبے کا جائزہ ویتنام۔ واشنگٹن ڈی سی: عالمی بینک۔

مثال کے طور پر ، اسٹیٹ بینک ماضی میں مختلف نومالکاری کریڈٹ گارنٹی سہولتوں کا آغاز کر چکا ہے اور ایس ایم ای شعبے کی مالی رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے ادارہ جاتی مالکاری اہداف تفویض کیے ہیں۔ اگرچہ مذکورہ بالا کوششوں سے بینکوں کے ایس ایم ای مالکاری جزدان میں بہتری آئی ہے، تاہم ایس ایم ایز کی ایک بڑی تعداد مالی نظام سے باہر ہے۔ پھر، 2017ء کے دوران، اسٹیٹ بینک نے ایس ایم ای مالکاری کے فروغ کے لیے مجموعی حکمت عملی پر مبنی ایک جامع پالیسی کا آغاز کیا جو آسان طریقہ ہائے کار سے لے کر ضوابطی فریم ورک تک اور استعداد کاری سے لے کر رہنمائی تک کا احاطہ کرتی ہے۔ ہدف یہ تھا کہ 2020ء تک نجی شعبے کے قرضے میں ایس ایم ایز کے حصے کو 8 فیصد سے بڑھا کر 17 فیصد کر دیا جائے ، اور اس وقت کے قرض لینے والوں کی تعداد 174000 سے بڑھا کر 500000 کر دی جائے۔ عملاً ، پالیسی اپنے مطلوبہ مقاصد کو حاصل نہ کر سکی۔ تاہم، برآمدی نومالکاری سہولتوں کے حوالے سے، اسٹیٹ بینک کے اقدامات کارگر رہے ہیں۔ مثلاً ، مالی سال 19ء اور مالی سال 20ء کے دوران ٹیکسٹائل میں جاری سرمائے کی تقریباً نصف سرگرمی کے لیے رقوم اسٹیٹ بینک کی برآمدی نومالکاری اسکیم (ای ایف ایس) سے ہی فراہم کی گئی تھیں۔

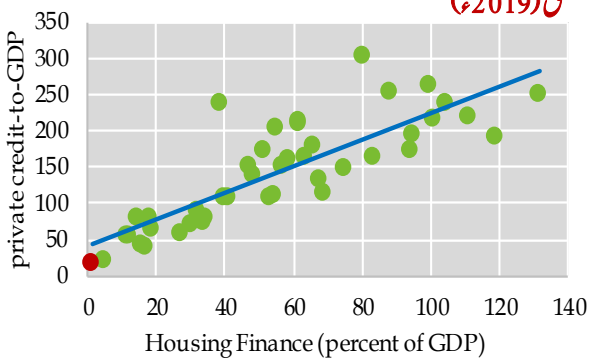
د۔ پست لاگت مکاناتی مالکاری اور گھرانوں کی مالکاری میں دشوارکُن حرکیات

قرضے کے بلند نفوذ والے ممالک کی ایک اہم خصوصیت گھرانوں کی بینک کے قرضوں تک رسائی ہے (**شکل 7.10 الف**)۔ بالخصوص متعدد ایشیائی ممالک جیسے، جنوبی کوریا، سنگاپور، اور ملائیشیا، میں مجموعی نجی قرضوں میں نمایاں حصہ رہن کا ہے، جہاں گھرانوں کے مجموعی قرضے جی ڈی پی کے 50 فیصد سے 70 فیصد کے درمیان ہیں۔ برکس (BRICS) ممالک کے بینک بھی گھریلو قرضوں کے وسیع جزدان کے حامل ہیں، جہاں یہ تناسب 12 فیصد سے 55 فیصد تک ہے۔ تاہم، پاکستان میں بینکوں کو بازیابی سے متعلق مختلف آپریشنل رکاوٹوں کا سامنا رہتا ہے۔ (**شکل 7.10ب**) سے ظاہر ہوتا ہے کہ نہ صرف پاکستان میں گھرانوں کو دیے جانے والے قرضوں کی سطح برائے نام ہے بلکہ ملک کے قانونی نظام میں تنازعے کے تصفیے کی استعداد کی موجودہ سطح کے پیشِ نظر جتنا انھیں ہونا چاہیے یہ اس سے بھی پست ہیں (شکل میں پاکستان کے عمودی فاصلے کو خطی رجحان سے ظاہر کیا گیا ہے)۔ پاکستان میں مکاناتی قرضوں کی مناسب طور پر تقسیم میں ناکامی کی چار اہم وجوہات ہیں:

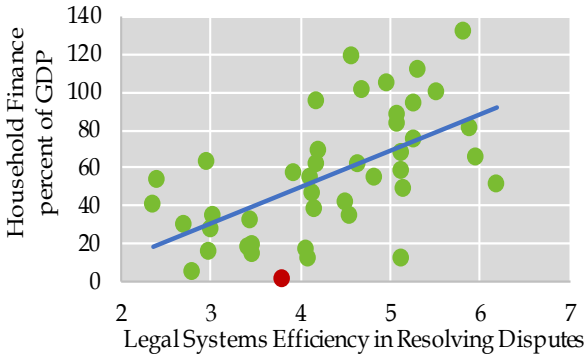
پہلی وجہ کا تعلق اراضی کے حقِ ملکیت اور رجسٹری سے ہے۔ اراضی کا حقِ ملکیت اور اور رجسٹریشن دو طریقوں سے مالیات کو تحریک دے سکتے ہیں۔

اوّل، یہ پراسیسنگ کے وقت کو کم کر کے اور طریقہ کار کو معیاری بناتے ہوئے تلاش، لین دین اور منتقلی کے اخراجات کو کم کر سکتے ہیں۔ دوم، یہ تھرڈ پارٹی- کمرشل بینکوں - کو ملکیت کی حیثیت ، تاریخ اور جانچ کے بارے میں اہم معلومات فراہم کر سکتے ہیں۔[45] اس سے بینکوں کے لیے خطرات میں کمی آئے گی، اور جس سے انھیں املاک کو بطور ضمانت استعمال کرتے ہوئے قرضے کی

شکل 7.10 الف: گھرانوں کے قرضوں اور نجی شعبے کے قرضے کے درمیان تعلق (2019ء)



شکل 7.10 ب: گھرانوں کے قرضوں اور تنازعات کے درمیان تعلق



Note: Based on information of 43 AEs and EMDEs.
Red dot denotes Pakistan
Source: BIS; SBP; WEF Competitiveness Report

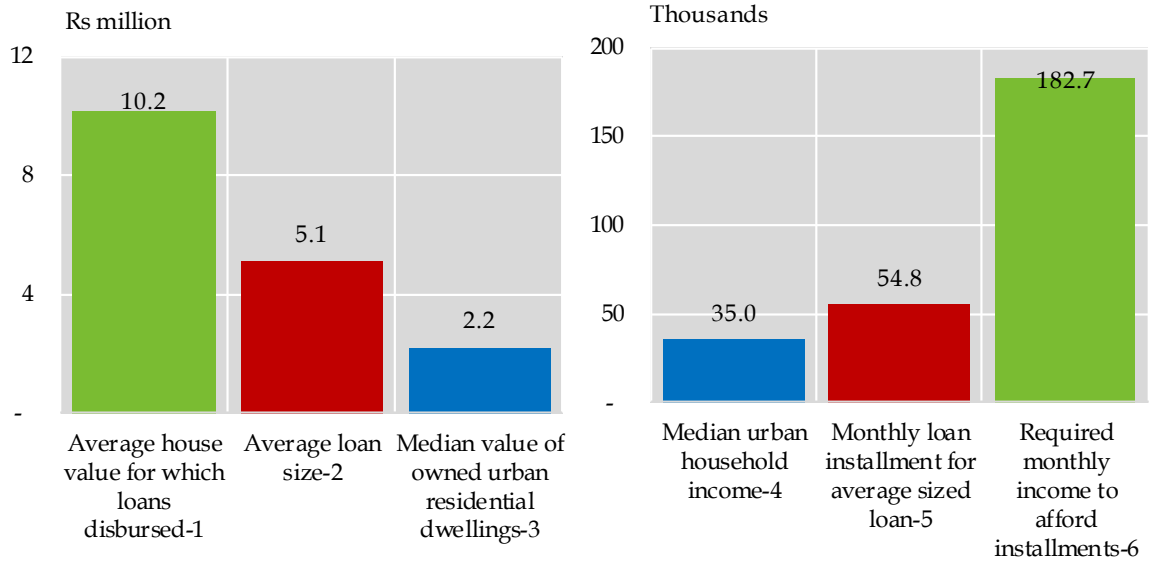
[45] ڈینگر، کے؛ اے، گوئیل (2010ء) گونگ ڈجیٹل: بھارت میں لینڈ رجسٹری کمپیوٹرائزیشن کے قرضے پر اثرات۔ پالیسی ریسرچ ورکنگ پیپر 5244۔ واسمن، ڈی سی: عالمی بینک۔

رسد بڑھانے کی ترغیب ملے گی۔ پاکستان میں اراضی کی رجسٹریشن کی اصلاحات پر ابھی تک مناسب طور پر توجہ مرکوز نہیں کی گئی ہے۔ انتظام اراضی کے روایتی انتظام میں بہت سارا کاغذی کام، نوکر شاہی بہت سی رکاوٹیں، آپریشنز کے متعدد امور اور پست آگاہی، شفافیت اور رسائی شامل تھے۔ اس سے بینکوں کی حوصلہ شکنی ہوئی کہ وہ رہن مالکاری کی طرف جائیں، اور گھرانوں اور فرموں کے دیگر اقسام کے قرضوں کے لیے املاک کو بطور ضمانت استعمال کریں۔

دوم، اپنے صارف کو پہچانو، کے ٹھوس تقاضوں کی عدم موجودگی کے علاوہ رئیل اسٹیٹ کے شعبے میں کمزور ضوابطی نگرانی اور اراضی اور املاک کی سرکاری قدر پیمائی شرحیں بہت پست ہیں۔ اس نے بنیادی طور پر نیم دستاویزی لین دین کے لیے قانونی موقع پیش کیا، جس سے ان لوگوں کو فائدہ پہنچا جو اپنی دولت کو چھپانے اور ٹیکس واجبات کو کم کرنے کے خواہاں تھے۔ نتیجتاً یہ شعبہ سٹے بازی اور / یا مخفی سرمایہ کاریوں کو راغب کرتا رہا ہے، جس نے املاک کی قیمتوں میں اضافے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ، رئیل اسٹیٹ میں کسی سرگرمی کے بغیر، پلاٹوں کی فروخت میں نمایاں سرگرمی نظر آئی۔[46] ان عوامل نے ملک میں مکانات کی کمی کو بڑھانے اور پراپرٹی مارکیٹ سے حقیقی خریداروں کی کمی میں خاطر خواہ کردار ادا کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر گھرانے مالکاری بذریعہ رہن سے استفادہ کر سکیں تو بھی مناسب رہائش کا حصول ان کی دسترس سے باہر رہے گا۔

پاکستان میں اکثریتی گھرانوں کی پست آمدنی والی سطحوں کے باعث یہ صورت حال اور مخدوش ہو گئی ہے۔ ہاؤس ہولڈ انٹیگریٹڈ اکنامک سروے (ایچ آئی ای ایس) کے مطابق، پاکستان میں گھرانوں کی اوسط آمدنی 56000 روپے ہے۔ کمرشل بینکوں (علاوہ ترقیاتی مالی ادارے) کے موجودہ رہن جزدان میں تقریباً 50 فیصد قرضہ تامالیت شرح کے ساتھ قرضے کا اوسط حجم 51 لاکھ روپے ہے۔ فرض کریں کہ عرصیت کی مدت 15 برس ہو تو، اس کا لگ بھگ تخمینہ یہی ہو گا کہ رہن کی قسطوں کی ادائیگی کے لیے مطلوبہ ماہانہ آمدنی گھرانے کی اوسط آمدنی سے 3 گنا زیادہ ہو (شکل 7.11)۔ بالفاظِ دیگر، مکاناتی قرضے حاصل

شکل 7.11 الف: پاکستان میں مکاناتی قرضوں کی استطاعت کا تجزیہ



Source: 1 and 2: Based on average LTV ratio and average loan size from SBP Housing Finance Review Jul-Sep 2016

3 and 4: HIES 2018-19, PBS

5: authors' calculations based on LTV ratio of 50 percent, weighted average markup rate of 10 percent, and average maturity period of 15 years (fgures rounded); data from SBP Housing Finance Review Jul-Sep 2016

6: Assuming 30 percent of household income as housing expediture criteria as used in the March 8, 2018 official document of the Pakistan Housing Finance Project, World Bank

[46] جون 2011 سے، جہاں سے املاک کی قیمتوں کا کوئی تخمینے دستیاب ہیں، پاکستان میں جون 2018 تک پلاٹ کی قیمتیں تقریباً تین گنا بڑھ گئیں، جبکہ اسی مدت کے دوران گھر کی قیمتوں میں 139 فیصد اضافہ ہوا۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے، پاکستانی معیشت کی کیفیت پر اسٹیٹ بینک کی پہلی سہ ماہی رپورٹ برائے 2019ء کا خصوصی سیکشن 1: رئیل اسٹیٹ – اعلان کردہ اصلاحات پر عمل درآمد

کرنے کے خواہاں افراد کے پاس ڈاؤن پیمنٹ کے لیے پس انداز کی گئی کافی رقم موجود ہو، اور وہ نسبتاً بلند ماہانہ ادائیگیاں کرنے کے قابل بھی ہوں۔

سوم، نجی شعبے کے بلڈروں اور ڈویلپروں کی دلچسپی غیر متناسب اور محدود رہی ہے۔ ابتداً وفاقی اور صوبائی حکومتیں اور شہری ترقیاتی حکام شہری مکاناتی منڈی کے نمایاں فریق تھے۔ تاہم، گذشتہ دو دہائیوں کے دوران، صورت حال ڈرامائی طور پر تبدیل ہوئی، نجی شعبے کے متعدد فریق منڈی میں آئے اور بڑے شہری علاقوں میں رہائشی اسکیمیں ترتیب دیں۔ مکانات کی بڑھتی ہوئی کمی کو دور کرنے کے لیے حکومت کی جانب سے مراعات کا بار بار متعارف کرایا جانا اس کی وجہ تھا۔ ٹیکس میں نرمی، بلڈنگ کوڈ میں نرمی، پروسیسنگ میں تیزی، اعانتی (سبسڈی والی) زمین وغیرہ، ان مراعات میں شامل تھیں۔

تاہم، نجی شعبے کی اسکیمیں اپنے حقیقی مقصد کو مؤثر طور پر پورا نہ کر سکیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بلند منافع کے حصول اور کم قیمت پر رہائش فراہم کرنے سے منسلک دشواریوں سے بچنے کے لیے بلڈروں اور ڈویلپروں نے بنیادی طور پر ملک کے بالائی اور بالائی و متوسط آمدنی والے گھرانوں کو مدنظر رکھتے ہوئے رہائشی منصوبے مرتب کیے۔ مزید برآں، حکومتوں میں تبدیلی کی وجہ سے اعلان کردہ مراعاتی پیکیجز کی اعانت بھی ختم ہو گئی اور وہ پس منظر میں چلے گئے۔ نتیجتاً، اس طرح کی اسکیموں کا الٹا اثر ہوا، جس سے منڈی میں سٹے بازی بڑھی، املاک کی قیمتوں میں اضافہ ہوا، اور ملک میں مکانوں کی کمی اور بڑھ گئی۔[47]

چہارم، مؤثر قانونی فریم ورک نہ ہونے کی وجہ سے بینک اکثر گھرانوں کو قرضہ دینے سے گریز کرتے ہیں۔ بازیابی، قرقی، اور بے دخلی کے قوانین 2001ء کے مالی ادارہ جات (قرضوں کی بازیابی) آرڈیننس (سیکشن 15[2] اور 15[4]) میں واضح طور پر بیان کیے گئے ہیں، جس کے تحت قرض دینے والے اداروں کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ نادہندہ ہو جانے کی صورت میں عدالت سے رجوع کیے بغیر رہن شدہ جائداد قرق کر لیں۔ تاہم سیکشن 15 پر عدالت کا حکم امتناع پاکستان میں مکاناتی مالکاری کی نمو میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اسٹیٹ بینک نے متعلقہ فریقوں سے مشاورت کے ساتھ اس قانون میں ترامیم تجویز کی ہیں۔ اسٹیٹ بینک نے ترمیم شدہ ایکٹ کے تحت درکار قواعد کے مسودے کی تیاری میں بھی حکومت کی مدد کی۔ وفاقی حکومت نے جولائی 2018ء میں ان قواعد کو نوٹیفائی کیا تھا، اور وہ بمطابق احکامات عدالت میں پیش کیے جا چکے ہیں۔ مارچ 2020ء کو اپنے حتمی فیصلے میں، لاہور ہائیکورٹ نے سیکشن 15 کو غیر آئینی قرار نہیں دیا۔ اکتوبر 2020ء میں سپریم کورٹ نے بھی اس فیصلے کے خلاف اپیل خارج کی ہے۔ مستقبل میں یہ پیشرفتیں رہن مالکاری بڑھانے میں شراکتی بینکوں کے خدشات دور کرنے میں مدد دیں گی۔

ہ۔ مالیاتی اور قرضہ منڈی کی نامکمل اصلاحات

اصلاحات سے قبل، ایس ایل آر کی بلند شرائط، بلاواسطہ زری کنٹرول، متعین کردہ شرحِ سود اور این سی سی کے قیام کا مقصد بینک کے قرضے کے بہاؤ کو براہِ راست نجی شعبے تک محدود کرنا، اور ساتھ ہی بینکوں کی جانب سے حکومت کی بجٹ کے لیے قرض کی ضروریات کی تکمیل تھا۔ چنانچہ، توقع تھی کہ ان جابرانہ اقدامات کو ختم کرنے سے بینک حکومت کو قرض دینے پر "مجبور" نہیں ہوں گے اور اس کے بجائے وہ اپنی رقوم نجی شعبے کو قرض دیں گے۔[48] 2008ء تک، یہ واضح ہوا کہ یہ توقعات پوری طرح سے غلط نہیں تھیں، کیونکہ سرکاری وثیقوں میں بینکوں کی سرمایہ کاری کسی حد تک محدود ہو گئی۔ تاہم، غالب گمان یہی ہے کہ پست مالیاتی خسارے کے باعث یہ پیش رفت ہوئی جس کی وجہ اس مدت میں نان ٹیکس محاصل کی بلند وصولیوں کے ساتھ ساتھ نجکاری سے ہونے والی وصولیاں تھیں۔ یہ امر بھی اس دلیل کی تائید کرتا ہے کہ جیسے ہی مالی سال 08ء سے مالی خسارے میں ایک بار پھر اضافہ ہونا شروع ہوا، حکومت پر بینکوں کے دعووں نے بھی پلٹا کھایا اور 2019ء کے اختتام تک، یہ بلند ترین سطح پر پہنچ گئے (**شکل 7.12الف**)۔

[47] ان ہیبی ٹاٹ (2018ء)۔ "پاکستانی شہروں میں مکانات کاری"۔ ان دی اسٹیٹ آف پاکستانی سٹیز 2018ء۔ اسلام آباد: یونائیٹڈ نیشنز ہیبی ٹاٹ (صفحہ 59 تا 68)۔

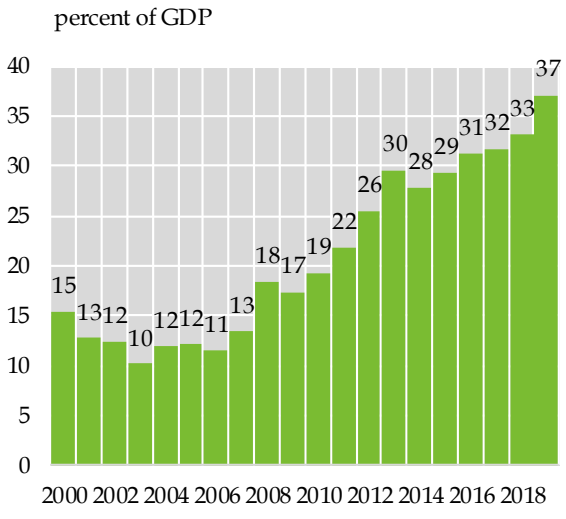
[48] مطلوبہ ایس ایل آر بتدریج 45 فیصد سے گھٹ کر اکتوبر 1993ء میں 35 فیصد اور مئی 1994ء میں 25 فیصد رہ گیا۔ مئی 1997ء کے دوران یہ تناسب مزید کم ہو کر 20 فیصد اور جون 1998ء میں 15 فیصد رہ گیا۔

تاہم، ممالک کے جائزے سے پتا چلتا ہے کہ میزانیہ قرض گاری کے لیے بلند مالیاتی خسارے اور بینک کی سیالیت کے لیے مختص بلند رقم نجی قرض تا جی ڈی پی کی اتنی پست شرح کی کلی وجہ نہیں ہو سکتی ہے۔ مثال کے طور پر، بھارت، سری لنکا، مصر، ترکی اور ملائشیا میں گذشتہ 15 برسوں کے دوران مالیاتی خسارہ مستقل طور پر بلند رہا، پھر بھی ان تمام برسوں میں ان کے قرضوں میں پاکستان کے مقابلے میں خاصی نمو ہوئی۔ اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ، بھارت، مصر اور برازیل میں حکومت پر بینکوں کے اور زیادہ دعوے موجود ہیں؛ پھر بھی ان کے بینکوں نے نجی شعبے کی نمو میں مناسب حصہ لیا (**شکل 7.12ب**)، خصوصاً پاکستان کے مقابلے میں۔ اگرچہ یہ موازنے بین الممالک تناظر میں اہم ہیں، لیکن ان کا لازمی طور پر یہ مطلب نہیں ہے کہ ان معیشتوں میں نجی شعبے کے لیے قرض کی گنجائش ختم نہیں ہو رہی۔ مثال کے طور پر، بوئس (2019ء) کو 88 ابھرتی ہوئی منڈیوں اور ترقی پذیر معیشتوں کے اعداد و شمار کا استعمال کرتے ہوئے ایک کثیر متغیری (multivariate) تجزیے سے پتا چلا کہ "

بینکوں سے لیے جانے والے بلند سرکاری قرضے نجی شعبے کے قرضے کی پست نمو اور بینکاری شعبے کے اثاثوں پر بلند منافع سے منسلک ہیں۔" مزید برآں، اس تحقیق میں بتایا گیا کہ اس منفی تعلق نے تناؤ کے اوقات میں جزدانوں کے توازن کو برقرار رکھنے کے لیے بینکوں کے محفوظ اثاثوں کی طرف مائل ہونے کا اشارہ کیا۔[49] اسی طرح کے نتائج آئی ایم ایف (2015ء)،[50] الٹویلا، وغیرہم (2016ء)[51]، اور بہل، وغیرہم (2015ء)، میں بھی پائے گئے۔[52] پاکستان کے لحاظ سے، بینکاری صنعت کا مجموعی حجم اور ملکی قرضہ منڈی میں گہرائی نجی قرضے پر مالیاتی قرض گیری میں کمی کی اہم وجوہات ہیں۔ تاہم بینکوں کے اثاثوں کے جزدان میں حکومت کے حصے اور معیشت میں بینکاری تفاوت کے مابین تعلق بھی ایک اہم عنصر ہے۔

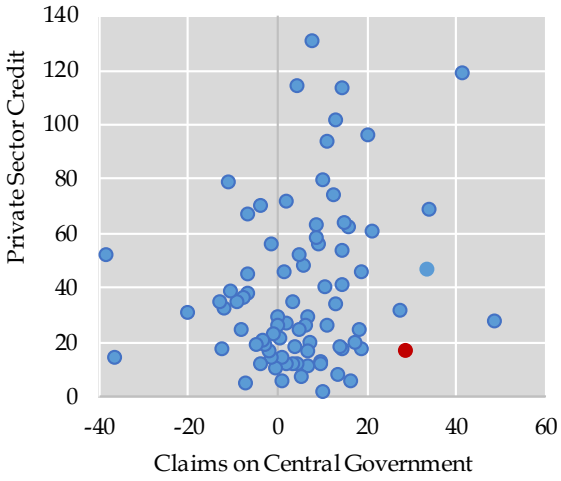
جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا، پاکستان میں عالمی مالی بحران کے بعد کے دور میں بینکوں کے احترازِ خطر میں اضافہ ہوا کیونکہ چھوٹے کاروباری اداروں کے نادہندہ

شکل 7.12 الف: پاکستان میں مرکزی حکومت پر دعوے



Source: World Bank

شکل 7.12ب: ابھرتی ہوئی منڈیوں اور ترقی پذیر معیشتوں میں نجی شعبے کے قرضے اور حکومت پر دعووں کے درمیان تعلق



Red dot denotes Pakistan

[49] بوئس، آر (2019ء)۔ ابھرتی ہوئی منڈیوں اور ترقی پذیر معیشتوں میں سرکاری تمسکات اور نجی شعبے کے قرضے میں بینکوں کی تحویل۔ ورکنگ پیپر نمبر 19/224۔ واشنگٹن ڈی سی: بین الاقوامی مالیاتی فنڈ۔

[50] آئی ایم ایف (2015ء)۔ عرب جمہوریہ مصر، آرٹیکل IV مشاورت برائے 2014ء کے لیے عملے کی رپورٹ، کنٹری رپورٹ 15/33۔ واشنگٹن ڈی سی: بین الاقوامی مالیاتی فنڈ۔ فنڈ نے غور کیا کہ "پست قرضہ سرکاری شعبے کی قرض گیری میں کمی کی عکاسی کرتا ہے، جس سے شرح سود بڑھ جاتی ہے اور نجی شعبے کو قرض دینے کے لیے ترغیبات کم ہو جاتی ہیں۔"

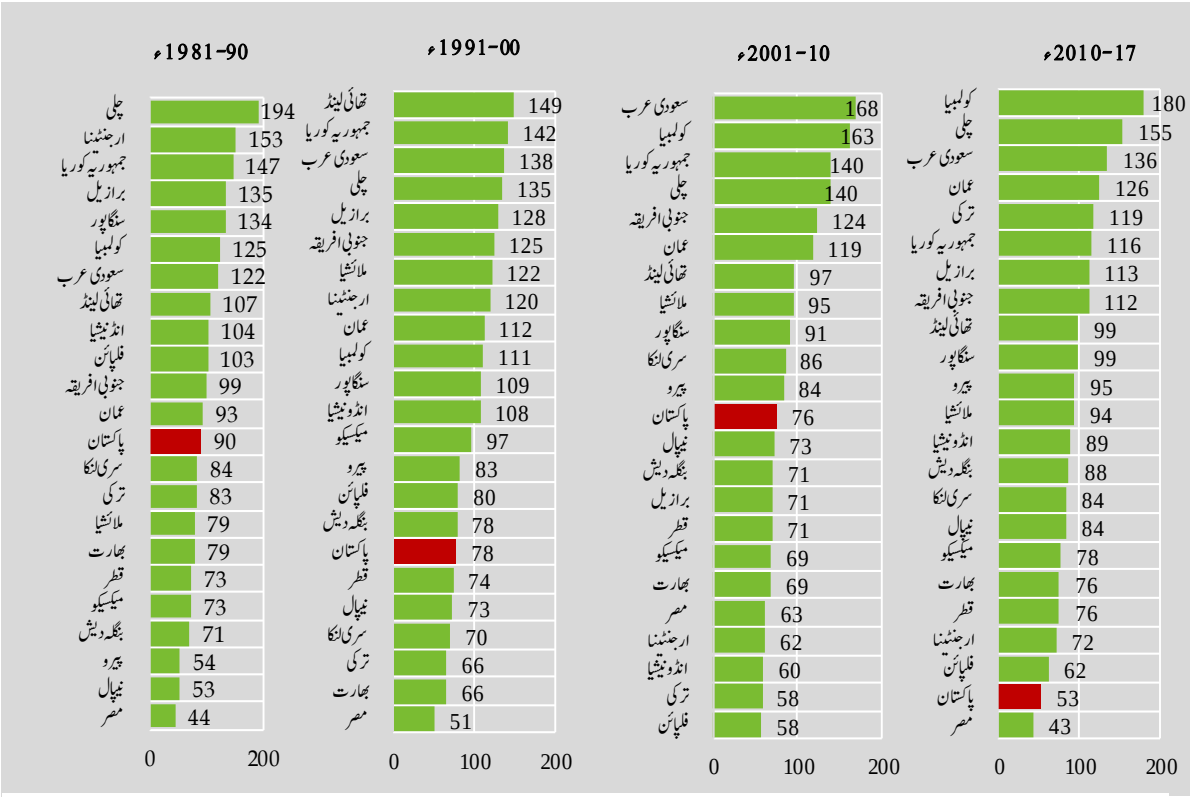
[51] الٹویلا، سی، ایم، پگانو، اور ایس، سونیلی (2017ء)۔ بینک انکشاف اور مطلق تناؤ کی منتقلی۔ مالیات کا جائزہ، 21(6):2103 تا 2139۔ مصنفین نے کہا کہ بینک بلند غیر فعال قرضوں کی مدت کے دوران سرکاری تمسکات کی تحویل میں اضافہ کرتے ہیں۔

[52] بہل، جی، ایم، رئیسی، اور وی، ٹیولین (2018ء)۔ کمی یا اضافہ؟ بھارت میں سرکاری و نجی سرمایہ کاری۔ عالمی ترقیات، 109، 323 تا 333۔ مصنفین نے کہا کہ "---1950ء تا 2012ء کی مدت میں سرکاری سرمایہ کاری نے بھارت میں نجی سرمایہ کاری کو کم کر دیا۔ اس کے برعکس، 1980ء تا 2012ء کے ماضی قریب کی مدت میں ہمیں نجی سرمایہ کاری میں اضافہ دکھائی دیا۔ تعلق میں اس تبدیلی کی وجہ پالیسی اصلاحات کو قرار دیا جا سکتا ہے جن کا آغاز 1980ء کی دہائی کے اوائل میں ہوا اور 1991ء کے بھارتی توازنِ ادائیگی کے بحران کے بعد انھوں نے زور پکڑ لیا۔"

ہونے کی شرح اور حکومتی قرض گیری کی طلب بڑھ گئی۔ 2011ء تک، حکومت بینکاری نظام کی سب سے بڑی قرض گیر بن چکی تھی، اور تب سے اس کا حصہ مستقل طور پر بڑھتا ہی گیا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ ملک میں قرضوں کا تفاوت اسی سمت میں بڑھتا گیا، نیز حکومت کو قرضہ دینے میں اضافے اور نئے قرضوں کے تفاوت کے مابین مثبت ربط پایا گیا، جس کے نتیجے میں نجی شعبے کی سرمایہ کاری کی سرگرمیوں میں کمی واقع ہوئی۔ جیسا کہ چوہدری، وغیرہم (2016ء) کہتے ہیں، جب حکومت کے پاس رقم حاصل کرنے کے متبادل مواقع نہ ہوں تو کساد بازاری کے مرحلے میں اس منظر نامے کا امکان اور بڑھ جاتا ہے۔[53] اس سے کساد بازاری کا مرحلہ اور بھی گہرا اور طویل ہو جاتا ہے۔ ظہیر، وغیرہم (2017ء) کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ چار مہینوں کے دوران حکومتی قرض گیری میں ایک فیصدی درجے کی نمو کے نتیجے میں نجی شعبے کے قرضے میں 8 بیسس پوائنٹس کی کمی واقع ہوئی۔[54] طلب و رسد کے متعدد متغیرات، بشمول پالیسی ریٹ، اور مجموعی ڈپازٹس منہا اسٹیٹ بینک کے پاس بینکوں کے بیلنسز پر کنٹرول کرتے ہوئے تحقیق نے حکومت کی میزانیہ قرض گیری میں نمو کے ساتھ نجی شعبے کے قرضے کی نمو کا ریگریشن تجزیہ کیا گیا۔ نتائج سے مزید یہ پتہ چلا کہ شرح سود کو ریڈور کے نفاذ سے قبل اور اس کے بعد دونوں متغیرات کے مابین تعلق میں کوئی خاص فرق نہیں تھا۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اگرچہ ملکی بینکوں کی پست ڈپازٹ بیس نے پاکستان میں نجی قرضے کی پست سطح میں کردار ادا کیا، تاہم سرکاری وثیقوں کے لیے ان کی مختص کردہ رقم میں اضافے نے نجی شعبے کے قرضوں کو مزید دبا دیا۔ جیسا کہ **شکل 7.13** میں دکھایا گیا ہے، 2011ء تا 2017ء کے دوران پاکستان میں بینک کے قرضوں اور ڈپازٹس کا تناسب 53.0 فیصد تھا، جو دیگر علاقائی اور ہم مرتبہ ابھرتی ہوئی منڈیوں اور ترقی پذیر معیشتوں کے مقابلے میں بہت کم

شکل 7.13: بینک قرضے اور بینک ڈپازٹس کی شرح-ایک موازنہ



Source: Global Financial Development Data, IMF

[53] چودھری، ایم اے، ایس، خان، ایف، پاشا، اور ایم، رحمان (2016ء)۔ غالب قرض گیر سنڈروم۔ اطلاقی معاشیات، 48(49)، 4773 تا 4782۔

[54] ظہیر، ایس، ایف، خالق، اور ایم، رفیق (2017ء)۔ کیا حکومت پاکستان میں نجی شعبے کے قرضے میں کمی کر رہی ہے؟۔ ایس بی پی ورکنگ پیپر، 83۔ کراچی: اسٹیٹ بینک آف پاکستان

تھا۔ اہم بات یہ ہے کہ عالمی مالی بحران کے بعد کی مدت میں نجی قرضوں کے نفوذ میں بھی نمایاں کمی آئی۔ یہاں، یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ مجموعی طور پر مغلوب اقتصادی سرگرمی سرمایہ جاتی اخراجات سے منسلک قرضوں کی طلب کو کم کر سکتی ہے۔ تاہم، یہ امر بھی قابل غور ہے کہ دوران مدت جاری سرمائے کے قرضوں میں اضافہ نہیں ہوا، حالانکہ عرب بہار کے بعد اجناس کی قیمتوں میں اضافے کا رجحان تھا؛ ملکی اور عالمی طلب میں سکوت کی وجہ سے کاروباری اداروں کو اپنے روز مرہ امور کے لیے قرضوں کی ضرورت تھی۔ مزید برآں، نجی قرضے کے محاذ پر کم توجہ مرکوز کرنے کی موقع لاگت بھی کمرشل بینکوں کے لیے برائے نام ثابت ہوئی، جیسا کہ اس حقیقت سے ثابت ہوتا ہے 09ء تا 13ء میں ان کے اثاثوں میں 13.3 فیصد کا اضافہ ہوا جبکہ منافع بعد از ٹیکس اوسطاً سالانہ 23.5 فیصد بڑھ گئے۔[55] چنانچہ، حکومت کی جانب سے قرضے کی طلب کا مزید اثر یہ ہوا کہ قرضہ منڈی کی ناکامیوں کی موجودگی میں بینکوں کی جانب سے معیشت کے نیم محروم زمروں، بشمول ایس ایم ایز، زراعت اور گھرانوں، پر مرتکز کوششوں میں کمی واقع ہوگئی۔

7.4 پاکستان میں قرضوں کے پھیلاؤ کو بڑھانے کے لیے حالیہ پالیسی اقدامات

پاکستان میں قرض کے موجودہ نفوذ کے تاریخی اور بین الممالک سیاق وسباق میں جائزے کے بعد ہم مالی شمولیت کو بڑھانے اور قرضوں میں توسیع کے حوالے سے معیشت کے لیے مستقبل کے امکانات پر غور کرتے ہیں۔ تین عوامل اس صورتِ حال کو کافی حد تک تبدیل کرنے کی صلاحیت کے حامل ہیں: (i) حکومت اور اسٹیٹ بینک دونوں کی طرف سے مکاناتی مالکاری پر از سرِ نو زور دینا؛ (ii) لین دین کی محفوظ رجسٹری اور نجی کریڈٹ بیورو کا متعارف کرایا جانا؛ اور (iii) ملک میں ڈجیٹل ادائیگیوں اور مالیات میں پیشرفت۔

الف۔ پالیسی سازوں نے مکاناتی شعبے پر سرگرمی سے توجہ دینا شروع کردی ہے

پاکستان میں حکام نے مکاناتی زمرے میں از سرِ نو دلچسپی لینا شروع کر دی ہے، اور گذشتہ سیکشن میں مذکور چاروں سمتوں میں پیش رفت نظر آرہی ہے (**شکل 7.14**)۔ مثلاً، اراضی کے حقِ ملکیت اور رجسٹریشن کا مسئلہ ہی لے لیں۔ اوّل، ایف بی آر نے ملک میں قدر پیمائی شرحوں کو بڑھا دیا ہے (بعض شہری علاقوں میں 100 فیصد تک)، تاکہ وہ مارکیٹ کی شرحوں سے قریب ہو جائیں۔ دوم، لینڈ ریکارڈ کی ڈجیٹائزیشن پر، بالخصوص پنجاب اور سندھ میں، بہت زیادہ توجہ دی جارہی ہے، جس سے ڈیٹا کے حوالے سے مدد ملے گی۔ پنجاب میں لینڈ ریکارڈز مینجمنٹ اینڈ انفارمیشن سسٹم (ایل آر ایم آئی ایس) متعارف کروانے کے پہلے پانچ برسوں کے اندر پرانے ریکارڈ کے 10 ملین صفحات اسکین کیے گئے، 55 ملین سے زیادہ زمینداروں کے لینڈ ریکارڈ کو ڈجیٹائز کیا گیا، اور اراضی کے ٹائٹل سے متعلق معلومات کو ڈجیٹائز کر کے آسان رسائی کے لیے آن لائن اپ لوڈ کیا گیا۔[56] نتیجتاً، ایک لین دین (سودا) مکمل کرنے کے لیے درکار وقت میں نمایاں کمی آگئی، یعنی 2 مہینوں سے گھٹ کر صرف 50 منٹ۔ سندھ میں، کمپیوٹرائزیشن اینڈ اسٹیبلشمنٹ آف لینڈ ایڈمنسٹریشن اینڈ ریونیو مینجمنٹ انفارمیشن سسٹم (ایل اے آر ایم آئی ایس) کے تحت 5979 دیہات میں سے 5680 کے ریکارڈ کمپیوٹرائزڈ ہو چکے ہیں۔ دریں اثنا، جیوگرافیکل انفارمیشن سسٹم (جی آئی ایس) کی تشکیل بھی جاری ہے۔ اب تک 5979 دیہات میں سے 4000 کی نقشہ بندی (میپنگ) مکمل ہو چکی ہے، جبکہ باقی پر کام جاری ہے۔ ڈجیٹل نقشوں کو بھی کمپیوٹرائزڈ لینڈ ریکارڈ کے ساتھ مربوط کیا جارہا ہے۔[57] توقع ہے کہ قدر پیمائی شرحوں میں اضافے اور لینڈ ریکارڈز کی ڈجیٹائزیشن دونوں سے اس شعبے میں سٹے بازانہ خریداری اور دولت کے ارتکاز پر مبنی سرمایہ کاری میں کمی آئے گی۔

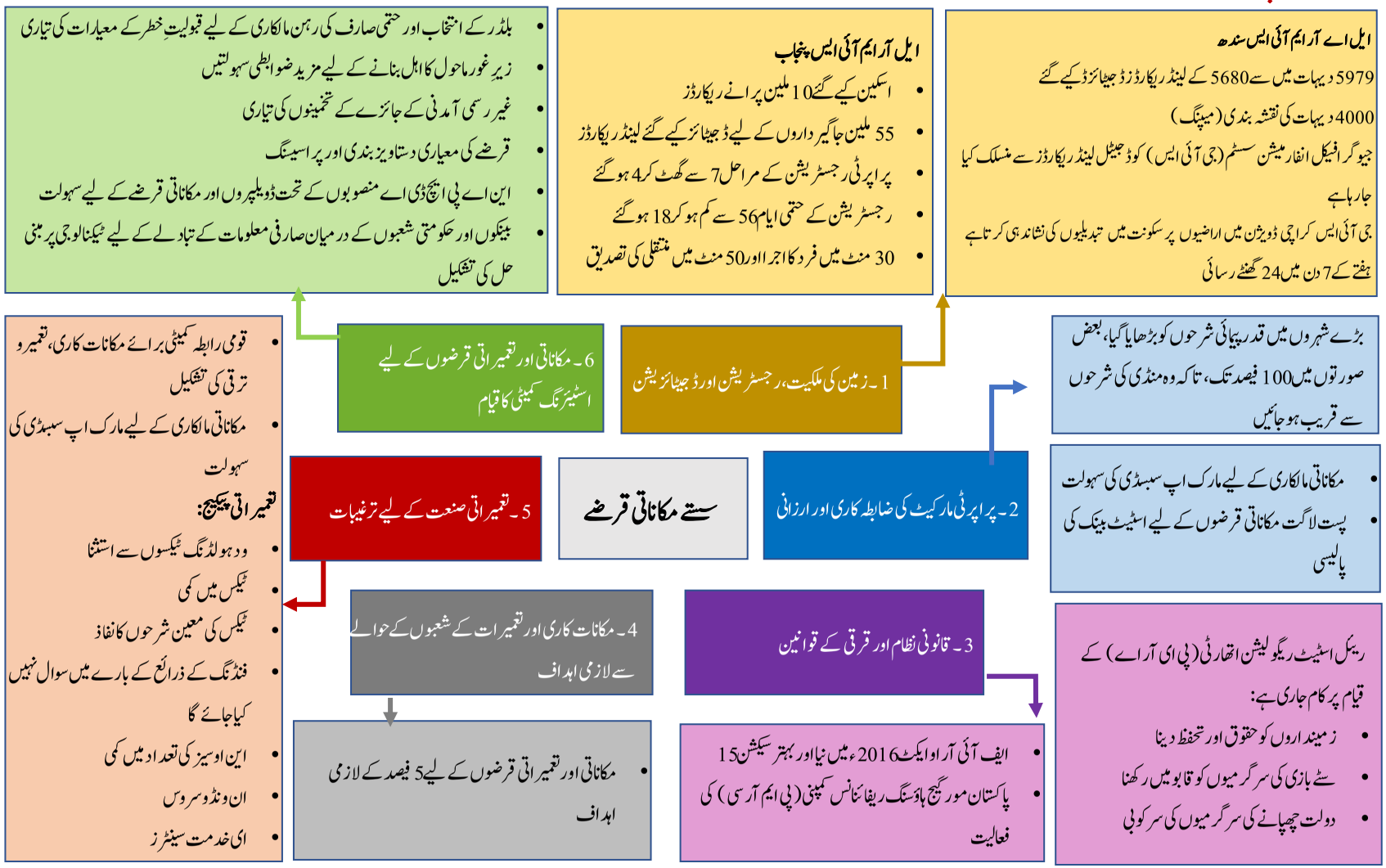
استطاعت کے مسائل سے نمٹنے کے لیے، اوّلاً حکومت نے 10 اکتوبر، 2018ء کو نیا پاکستان ہاؤسنگ پروجیکٹ (این پی ایچ پی) کا اعلان کیا، جس کا مقصد ملک میں 50 لاکھ رہائشی یونٹوں کا قیام ہے تاکہ کم آمدنی والے طبقے کی ضروریات کو پورا کیا جاسکے۔ مزید برآں، اسٹیٹ بینک نے پست لاگت مکاناتی مالکاری کے لیے ایک پالیسی متعارف کرائی جو خصوصی زمروں کے لیے پست لاگت مکانات کی نو مالکاری سہولت، بینکوں کے لیے ضوابطی نرمیوں، اور مکاناتی مالکاری کے لیے علامتی اہداف پر مشتمل ہے۔ بالخصوص، اسٹیٹ بینک نے کمرشل بینکوں کو دسمبر 2021ء تک مکاناتی اور تعمیراتی مالکاری بڑھا کر نجی

[55] ڈیٹا کا ماخذ: مالی اصابت کے اشاریے، اسٹیٹ بینک

[56] https://pitb.gov.pk/lrmis_becomes_a_remarkable_success_story

[57] https://bor.sindh.gov.pk/land-administration-revenue-management-information-system-larmis

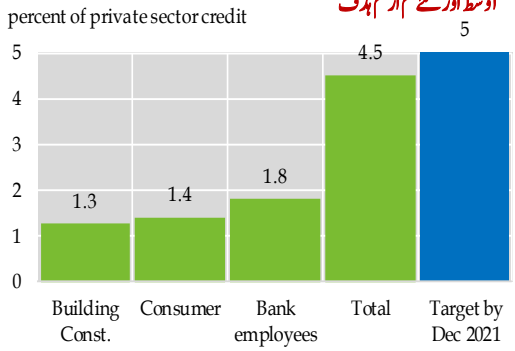
شکل 7.14: پاکستان میں سستے مکاناتی قرضوں کے حوالے سے سازگار ماحول پیدا کرنے کے لیے شش جہاتی حکمتِ عملی



Data source: Board of Revenues Sindh and Punjab; Punjab Information Technology Board; Ministry of Finance; Office of the Prime Minister's website; Federal Board of Revenue; Naya Pakistan Housing Program; World Bank; State Bank of Pakistan;

شعبے کے قرضے کو اپنے نجی قرضے کے جزدان کے کم از کم 5 فیصد تک لے جانے کے لازمی اہداف بھی دیے ہیں (**شکل 7.15**)۔ ترغیب کے طور پر، اختتامِ جون 2020 سے، ایک سہ ماہی میں تعمیلی بینکوں کے لیے سی آر آر کی شرائط کو کم کر کے گذشتہ سہ ماہی میں ان کی مکاناتی اور تعمیراتی مالکاری میں اضافے کے برابر کر دیا جائے گا۔[58] اس کے برعکس، سہ ماہی مالکاری ہدف پورا نہ کرنے والے بینکوں کو ہدف میں کمی کے مساوی اضافی سی آر آر برقرار رکھنے کی شرط کے ذریعے جرمانہ عائد کیا جائے گا۔

شکل 7.15: پاکستان میں مکانات اور تعمیرات کے قرضے- مالی سال 16ء تا 20ء اوسط اور نئے کم از کم ہدف



Source: State Bank of Pakistan

مزید یہ کہ، حقیقی خریداروں کی رسائی کو بہتر بنانے کے لیے، حکومت نے حال ہی میں این پی ایچ پی کے تحت پہلے ایک لاکھ مکانات کی ابتدائی ادائیگی (ڈاؤن پیمنٹ) کی مالکاری کے لیے 30 ملین روپے کی رعایتی رقم کا اعلان کیا ہے۔ پہلے پانچ برسوں کے دوران 5 مرلہ یونٹوں کے لیے حتمی صارف شرح سود 5 فیصد اور اگلے پانچ برسوں میں 7 فیصد ہو گی جبکہ 10 مرلہ یونٹوں کے لیے بالترتیب 7 فیصد اور 9 فیصد ہو گی۔[59] اس اسکیم کو بھی مذکورہ بالا اقدامات، جیسے بینک قرض گاری کے لیے کلین ٹائٹل کی سہولت کے لیے اراضی اور املاک کے ریکارڈز کی خودکاری کے ساتھ ساتھ دیگر جاری اصلاحات، مثلاً ٹائٹل اور رہن کی تخلیق / تکمیل کی رجسٹریشن کے لیے وقت کی بچت، ڈیویلپروں اور بلڈروں کے مناسب معیارات کے حوالے سے بینک کے خدشات کو دور کرنے کے لیے ریئل اسٹیٹ ریگولیٹری اتھارٹی (آر ای آر اے) کی تشکیل، اور املاک کی منتقلی کے لیے لین دین کی لاگت میں کمی سے فائدہ ہو گا۔

حکومت بلڈروں اور ڈویلپروں کو پست لاگت مکاناتی منصوبوں میں شامل ہونے کے لیے مراعات بھی فراہم کر رہی ہے۔ حال ہی میں اعلان کردہ تعمیراتی پیکیج کے تحت، بلڈروں اور ڈویلپروں کو مختلف خام مال پر ودہولڈنگ ٹیکسوں میں چھوٹ، ٹیکس کی واجبات میں کمی، اور ٹیکس کی معین شرحوں کے نفاذ کی سہولت دی جائے گی؛ جیسا کہ یہ منصوبے اختتامِ دسمبر 2020ء تک منظور شدہ ہیں، اس لیے ان ترقیاتی منصوبوں میں لگائی گئی رقوم کے ذریعے پر بھی کوئی سوال نہیں کیا جائے گا۔ حکام نجی شعبے کے فریقوں سے بھی باقاعدگی سے مشاورت کر رہے ہیں اور ان میں آگاہی پیدا کرنے، سوالوں کے جوابات دینے اور بلڈروں اور ڈویلپروں کو درپیش مطالبات اور مسائل پر غور کرنے کے لیے ہفتہ وار اجلاس منعقد کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک خصوصی قومی رابطہ کمیٹی برائے مکانات کاری، تعمیر و ترقی (نیشنل کوآرڈی نیشن کمیٹی آن ہاؤسنگ، کنسٹرکشن اینڈ ڈویلپمنٹ) تشکیل دی گئی ہے۔ اس کے کنوینر نیا پاکستان ہاؤسنگ اینڈ ڈویلپمنٹ اتھارٹی (این پی ایچ ڈی اے) کے چیئرمین ہیں، اور اراکین میں ہاؤسنگ، فنانس، پیٹرولیم، قانون اور انصاف کی وزارتوں کے نمائندے اور صوبوں، آزاد جموں کشمیر اور گلگت بلتستان کے چیف سیکرٹریز، چیئرمین ایف بی آر، اور ڈپٹی گورنر اسٹیٹ بینک شامل ہیں۔ اسٹیٹ بینک نے مکاناتی اور تعمیری مالیات کے حوالے سے ایک اسٹیرنگ کمیٹی بھی قائم کی ہے۔ کمیٹی کی کلیدی ذمہ داریوں میں بلڈر کے انتخاب اور حتمی صارف کی رہن مالکاری کے لیے قبولیتِ خطر کے معیار کی تیاری؛ قرض کی دستاویزیت اور پروسیسنگ کو معیاری بنانے؛ اور قرض کے درخواست گزاران کی غیر رسمی آمدنی کے جائزے کے لیے آمدنی کا تخمینہ شامل ہیں۔

پاکستان مورگیج ری فنانسنگ کمپنی (پی ایم آر سی) کے آپریشنل ہونے سے ملکی رہن مالکاری کو مزید تقویت ملی ہے۔ پی ایم آر سی کا مقصد یہ ہے کہ وہ اسٹیٹ بینک کی اعانت سے ان اقدامات کے ذریعے بنیادی رہن بازار کو فروغ دے

[58] تاہم، یہ ترغیب اس مجموعی طلب اور وقت کے واجبات کی ایک فیصد کی بالائی حد سے مشروط ہو گی جس پر سی آر آر کا تخمینہ لگایا جاتا ہے۔ مزید یہ کہ، بینک اپنی روزانہ کی کم سے کم سی آر آر برقرار رکھیں گے، جو اس وقت 3 فیصد ہے۔

[59] اعانت ان ہاؤسنگ یونٹوں پر دی جائے گی جن کی قیمت 3 تا 5 مرلہ کے لیے 35 لاکھ روپے، اور 10 مرلہ کے لیے 60 لاکھ روپے سے زیادہ نہیں ہے۔ دس سال مدت کے قرضے کے لیے 33 ارب روپے مختص کیے گئے تھے، جبکہ اس برس مارک اپ کی ادائیگی کے لیے رواں مالی سال میں 4.77 ارب روپے مختص کیے جائیں گے (ماخذ: پی آر نمبر 344، وزارت خزانہ، مؤرخہ 22 جولائی 2020ء، http://www.finance.gov.pk/press_releases.html).

سکے: (i) مالی وسائل کی فراہمی تاکہ رہن پر قرضہ دینے والے ادارے طویل مدت کے لیے معین / مخلوط شرحوں پر گھرانوں کو اور زیادہ قرضے دے سکیں، (ii) مکان کے قرضے کی عرصیت اور رقوم کے ماخذ کے مابین عدم مماثلت میں کمی؛ اور (iii) قرض دینے والے بنیادی اداروں میں قرض کی معیار بندی کو یقینی بنانا۔ اس کے ساتھ ہی، یہ اقدامات رقوم اکٹھی کرنے کے لیے نجی قرضوں کے مزید تمسکات (بشمول اثاثوں پر مبنی تمسکات) کی فراہمی سے سرمایہ منڈیوں کی تشکیل میں بھی مدد دیں گے اور ایک نشانیہ خطِ یافت تخلیق کریں گے۔

ب۔ لین دین کی محفوظ رجسٹری متعارف کروانا، بالخصوص نیم محروم زمروں کے لیے، منڈی کی خامیوں دور کرنے میں مددگار ہوگا

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے، قرضے کی اہلیت کے حوالے سے مناسب معلومات کی عدم موجودگی میں، کمرشل بینک پہلے ہی نیم محروم شعبوں کو خطرناک سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ تاہم، اس رجحان کو درست کرنے کے لیے اس ضمن میں کچھ پیشرفت ہوئی ہے۔ سب سے پہلے، اسٹیٹ بینک نے 2016ء کے دوران پاکستان میں کریڈٹ بیورو کے قیام کے لیے رہنما خطوط اور لائسنس کے معیارات جاری کیے تھے؛ اسٹیٹ بینک کے پہلے سے ہی فعال ی ای سی آئی بی کے ساتھ ساتھ یہ بیوروز بھی کام کریں گے۔ جولائی 2020ء تک، اسٹیٹ بینک نے نجی شعبے کے دو بیوروز، ڈیٹا چیک اور اے آئی ایس ایل کو لائسنس دیے ہیں۔ توقع ہے کہ قرضے میں توسیع کے لیے یہ خوش آئند ہوں گے بالخصوص نیم محروم زمروں کے لیے۔

دوسرا یہ کہ، مالی اداروں کے (محفوظ لین دین) ایکٹ، 2016ء کا نفاذ کیا گیا ہے جس کا مقصد ہے "مالی ادارے کے حق میں صارف پر عائد کردہ ذمہ داریوں کو محفوظ بنانے کے لیے منقولی املاک پر سیکورٹی انٹرسٹ کی فراہمی کے لیے بینکاری کاروبار کا فروغ اور انتظام، اس مقصد کے لیے منقولہ املاک کے معنی کی وضاحت اور دائرہ کار میں توسیع، محفوظ لین دین کی ایک رجسٹری کا قیام، منقولہ جائیداد کے سیکورٹی انٹرسٹ سے متعلق، یا اس دوران یا بعد ازاں ممکنہ طور پر شامل کچھ قوانین کی تعریف، ترمیم اور تدوین۔"

حوصلہ افزا امر یہ ہے کہ، سیکیورٹیز اینڈ ایکسچینج کمیشن آف پاکستان (ایس ای سی پی) میں غیر مندرج کمپنیوں کے لیے مالی اداروں کے ایکٹ کے تحت محفوظ لین دین کی رجسٹری (ایس ٹی آر) اپنا کام شروع کر چکی ہے۔ رجسٹری اداروں کی جانب سے ان کے منقولہ اثاثوں پر عائد کیے گئے چارجز / سیکورٹی انٹرسٹ کو درج کرے گی۔ اس سے ایس ایم ایز منقولہ اثاثوں کو ضمانت کے طور پر استعمال کرتے ہوئے کمرشل بینکوں سے قرض حاصل کر سکیں گے۔ واجبات، دانشورانہ املاک، انونٹری اور موٹر گاڑیاں وغیرہ، اہل اثاثوں میں شامل ہیں۔ ایس ای سی پی پہلے ہی کمپنیز ایکٹ، 2017ء کے تحت کمپنیوں کی جانب سے منقولہ اور غیر منقولہ اثاثوں کے لیے بنائے گئے سیکورٹی انٹرسٹ کا ڈیٹا بیس رکھتا ہے۔

ان سب پیشرفتوں سے قرضہ منڈی میں رسد اور طلب کی حوالے سے رکاوٹوں اور معلومات کے فرق کو دور کرنے میں مدد ملے گی۔ 2017ء کی عالمی بینک کی کاروبار کرنے کی رپورٹ کے مطابق، گذشتہ ایک دہائی کے دوران دنیا بھر کی 82 معیشتوں نے محفوظ لین دین سے متعلق اپنے قوانین میں اصلاح کی، اور 2016ء کے وسط تک، 26 معیشتوں نے جدید ضمانتی رجسٹریوں کو عملی شکل دی۔ **باکس 7.3** میں چار معیشتوں میں ایس ٹی آر اور کریڈٹ رجسٹریوں کے کامیاب نفاذ سے متعلق مطالعۂ احوال (کیس اسٹڈیز) کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔

باکس 7.3: محفوظ لین دین کی اصلاحات (ایس ٹی آر) کے کامیابی سے متعارف کروائے جانے کے عالمی مطالعۂ احوال (کیس اسٹڈیز)

منگولیا: خرد، چھوٹے اور درمیانے کاروباری اداروں کی مالیات تک رسائی کو بہتر بنانے میں مدد کے لیے 2013ء میں محفوظ لین دین کی اصلاحات کا آغاز ہوا۔ قانونِ رہن 2017ء کے تحت 2017ء میں منگولیا کی رہن نوٹس رجسٹری کا آغاز کیا گیا۔ یہ قانون کاروباری اداروں کو ہر قسم کے منقولہ و غیر منقولہ اثاثے مالی اداروں کو بطور ضمانت پیش کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ آغاز کے صرف ایک سہ ماہی کے بعد 30000 رجسٹریوں میں سے 38 فیصد آلات سے متعلق، 25 فیصد مویشیوں سے متعلق، 5.4 فیصد واجبات سے متعلق اور 1.7 فیصد گاڑیوں سے متعلق تھیں۔ خواتین کی جانب سے چلائے جانے والے کاروباری ادارے مجموعی رجسٹریشنوں کے چوتھائی حصے پر مشتمل تھے۔

گھانا: قرض گیروں اور قرض گاروں کے قانون (ایکٹ 773، 2008ء) کے تحت محفوظ لین دین کی اصلاحات متعارف کرائے جانے کے بعد، بیشتر خرد، چھوٹے اور درمیانے کاروباری ادارے قرضے کی سہولت حاصل کرنے کے لیے غیر منقولہ اثاثوں کو بطور ضمانت استعمال کرنے کے اہل ہوگئے۔ اس پالیسی کی ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ کاروباری خواتین کو آغازِ کاروبار یا جاری سرمائے کے قرضوں کی درخواست دینے کے لیے گھریلو اثاثوں (باورچی خانے کے برتن، وغیرہ) اور آلات کو استعمال کرنے کی اجازت دی گئی۔ آغاز کے پہلے چار برسوں میں، کل رجسٹریشنوں کی تعداد 40500 تھی، جو ابتدائی ہدف سے پانچ گنا زیادہ تھیں۔ 5000 سے زائد ایس ایم ایز اور 22000 خرد کاروباری اداروں نے منقولہ اثاثوں کو بطور ضمانت رجسٹر کرانے کے بعد 3 ارب ڈالر سے زیادہ کے قرضے حاصل کیے۔

سلوواکیہ: 2003ء میں سلوواک چیمبر آف نوٹریز کے ذریعے متعارف کرائے گئے رجسٹر آف پلیج، جس میں منقولہ اثاثوں کی بطور ضمانت رجسٹریشن کی اجازت دی گئی، کے بعد پہلے چار برسوں میں سالانہ اندراجات کی تعداد اوسطاً 50 فیصد کے اضافے سے بڑھ کر 31968 ہوگئی جبکہ 2003ء میں یہ 7508 تھی۔ عالمی بینک نے کاروبار کرنے کی درجہ بندی (Doing Business ranking) میں رجسٹری کی تشکیل کو سلوواکیہ کی کامیابی کی سب سے بڑی وجہ قرار دیا، جہاں 2005ء میں معیشت نے سب سے نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔

رومانیہ: رومانیہ نے مئی 1999ء میں ذاتی املاک میں سیکیورٹی انٹرسٹ کے قانونی برتاؤ سے متعلق ٹائٹل VI قانون منظور کیا۔ دیگر اصلاحات کے علاوہ اس نے محفوظ لین دین کے لیے اندراج کے عمل کو آسان بنا دیا، اور اس طرح کے اثاثوں کی اقسام کے دائرہ کار کو اس طرح بڑھایا کہ ان کو ضمانت کے طور پر استعمال کیا جاسکے، بشمول ایسی مصنوعات جن کی مستقبل میں کاشت یا تیاری / پیداوار ہو سکتی ہو (مثلاً سال کے اختتام پر فصل کی کٹائی)۔ 2000ء سے 2006ء تک، رجسٹریوں میں سالانہ تقریباً 60 فیصد اضافہ ہوا، جس کے مجموعی اندراجات 2000ء کے 65227 سے بڑھ کر 2006ء میں 536067 ہوگئے۔ محفوظ لین دین کی اصلاحات کے نتیجے میں کمرشل بینکوں کے ذریعہ نئی مالکاری مصنوعات بھی تیار کی گئیں، جس نے قرضوں تک رسائی کو سستا اور موثر بنا دیا۔

حوالہ جات:

کے، مدنووا (2008ء)۔ "سلوواک کی محفوظ لین دین کی اصلاحات: ایک کامیاب اصلاح کے اجزا اور اس کی کامیابیوں پر عکاسی"۔ ایف، داہان، اور جے، سمپسن (ایڈز)۔ (2009ء) محفوظ لین دین کی اصلاحات اور قرضوں تک رسائی۔ لندن: یورپین بینک فار ری کنسٹرکشن اینڈ ڈویلپمنٹ (صفحہ 207 تا 223)۔

ڈی لاکیمپا، اے، ای ٹی، ووہلرز، وائے، بارانیز، اور ایس، سموی (2010ء)۔ محفوظ ٹرانزیکشن سسٹم اور ضمانتی رجسٹریاں۔ ورکنگ پیپر 112645۔ واشنگٹن ڈی سی: عالمی بینک

اویڈراگو، اے؛ آئی، کیروانا؛ ای، روڈریگیز، اور ایس، ٹشینڈورف، (2012ء)۔ اس کا آغاز گھانا میں ہوا: افریقہ کی پہلی ضمانتی رجسٹری کا نفاذ۔ آئی ایف سی اسمارٹ لیسن بریف۔ واشنگٹن ڈی سی: عالمی بینک

عالمی بینک (2019ء) محفوظ لین دین، ضمانتی رجسٹریاں اور منقولہ اثاثوں پر مبنی مالکاری: نالج گائڈ۔ واشنگٹن ڈی سی: عالمی بینک

ج۔ مالی شمولیت کی قومی حکمتِ عملی (این ایف آئی ایس) کے تحت کی جانے والی ڈجیٹائزیشن کی کوششیں مالی شمولیت اور قرضے کی توسیع میں اضافہ کرسکتی ہیں[60]

مالی خدمات تک رسائی بڑھا کر اور معاشی سرگرمیوں کی دستاویزیت میں اضافہ کرکے مالی خدمات کی ڈجیٹائزیشن معیشت میں مالی شمولیت کے فروغ میں اضافہ کرسکتی ہے۔ یہ بالخصوص خرد، چھوٹے اور درمیانے کاروباری اداروں اور زراعت کے نیم محروم زمروں کے لیے مفید ثابت ہوسکتا ہے، جہاں قرضے کی اہلیت اور بینکنگ ہسٹری سے متعلق اعداد و شمار کی کمی ہے۔ درحقیقت، فن ٹیک کی بلند رسائی غیر رسمی معیشت کے حجم سے منفی طور پر (**شکل 7.16الف**) اور نجی شعبے کے قرضے کی وسعت سے مثبت طور پر (**شکل 7.16ب**) منسلک ہے۔ تاہم، ڈجیٹل مالیات کے ضمن میں کامیابی کے لیے تین عناصر اہم ہیں: (i) ادائیگی کی خدمات میں بہتری؛ (ii) قرضے کا مناسب انفراسٹرکچر مہیا کرنا (مذکورہ بالا)؛ اور (iii) ڈجیٹل ربط کا انفراسٹرکچر۔

عالمی سطح پر، گذشتہ چند برسوں کے دوران ابھرتی ہوئی منڈیوں اور ترقی پذیر معیشتوں میں ایس ایم ایز اور گھرانوں کے ذریعے کی گئی ڈجیٹل ادائیگیوں میں حجم اور قیمت دونوں لحاظ سے اضافہ ہو رہا ہے۔ ان میں ڈجیٹل کامرس (غیر نقد طریقوں سے ادا کردہ آن لائن شاپنگ پر مبنی صارفین کے لین دین) اور موبائل پوائنٹ آف سیل (ایم پی او ایس) ادائیگیاں (موبائل والٹ کے ذریعے) دونوں شامل ہیں۔ حوصلہ افزا امر یہ ہے کہ، اسی مدت کے دوران صارفین اور ایس ایم ایز کو ڈجیٹل طور پر دیے جانے والے قرضے میں بھی اضافہ ہو رہا ہے، جس کی مجموعی مالیت 224.7 ارب ڈالر ہے اور ابھرتی ہوئی منڈیوں اور ترقی پذیر معیشتوں کے قرضے 62.6 ملین ڈالر ہیں۔[61]

پاکستان میں حکومت اور اسٹیٹ بینک نے 2015ء میں مالی شمولیت کی قومی حکمتِ عملی کا آغاز کیا جس کا مقصد ملک میں ہمہ گیر مالی شمولیت کا حصول تھا

[60] مزید تفصیلات کے لیے اس رپورٹ کا خصوصی سیکشن 1 دیکھیے۔

[61] اگور، آئی، ایس ایم، پیریا، اور سی، روچون (2020ء)۔ ڈجیٹل مالی خدمات اور وبائی امراض: ابھرتی ہوئی اور ترقی پذیر معیشت کے مواقع اور خطرات۔ کووڈ 19 پر خصوصی سیریز۔ واشنگٹن ڈی سی: بین الاقوامی مالیاتی فنڈ۔

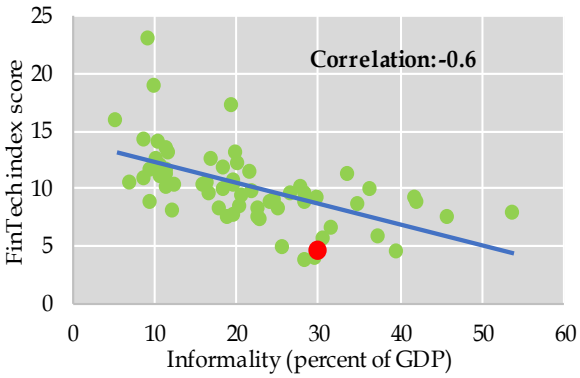
(باکس 7.4)۔ اگرچہ پاکستان نے فن ٹیک کو نسبتاً دیر سے اپنایا اور اس کی رسائی اب تک واجبی ہے، تاہم ڈجیٹل مالیات میں اضافے کا کافی امکان موجود ہے۔ عالمی بینک کے مطابق، ڈجیٹل ادائیگیوں کے وسیع پیمانے پر استعمال کے نتیجے میں ملک کی جی ڈی پی میں 7 فیصد اضافہ ہو سکتا ہے، 4 ملین ملازمتیں پیدا ہو سکتی ہیں، 250 ارب ڈالر سے زیادہ کے ڈپازٹس جمع ہو سکتے ہیں اور نقد معیشت کے بڑے حصے کو باضابطہ شکل دی جا سکتی ہے۔[62]

اس سلسلے میں دو پیش رفتیں خوش آئند ہیں: ای کامرس کو اپنانا اور موبائل والٹ اکاؤنٹس کے استعمال میں اضافہ۔ مالی سال 20ء کے اختتام تک ڈجیٹل ادائیگیاں 93.8 ارب روپے تک پہنچ گئیں اور پاکستان میں ای کامرس میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ تاہم، لین دین کا ایک بہت بڑا حصہ (مالیت کے اعتبار سے تقریباً 60 فیصد) کیش آن ڈلیوری (سی او ڈی) کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ سی او ڈی کے حصے کو ختم کرنے کے لیے صارفین کے تحفظ کے قوانین کی مضبوطی اور بہتر انفراسٹرکچر کی ضرورت ہے۔[63] طلب کے لحاظ سے، علاقائی معیشتوں کے مقابلے میں پاکستان میں موبائل انٹرنیٹ کا نفوذ بھی کم ہے اور استعمال اور کوریج دونوں میں نمایاں فرق ہے: 20 فیصد آبادی موبائل انٹرنیٹ تک رسائی سے محروم ہے، جبکہ 54 فیصد کو رسائی حاصل ہے لیکن وہ انٹرنیٹ سروس کو سبسکرائب نہیں کرتے۔

گذشتہ آٹھ برسوں کے دوران موبائل اکاؤنٹس میں بھی کافی اضافہ ہوا ہے۔ مارچ 2020ء کے اختتام تک مجموعی اور فعال اکاؤنٹس کی تعداد بالترتیب 52.5 ملین اور 26.7 ملین ہے۔ حوصلہ افزا امر یہ ہے کہ، ایم والٹس ای کامرس سیلز کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ قرضے کی ادائیگی کے لیے بھی استعمال ہو رہے ہیں۔ برانچ لیس بینکاری چینلز کے ذریعے کی جانے والی خردہ ادائیگیاں مالی سال 20ء میں دوگنا بڑھ کر 20.1 ارب روپے ہو گئیں جبکہ مالی سال 19ء میں یہ 9.0 ارب روپے تھیں۔ اسی دوران، برانچ لیس بینکاری صارفین بھی مالکاری خدمات کے لیے اس ذریعے کا استعمال کر رہے ہیں: مالی سال 20ء کے دوران 6.6 ارب روپے مالیت کے قرضے دیے گئے۔ تاہم، یہ تمام قرضے اوور دی کاؤنٹر (او ٹی سی) طریقہ کار کے ذریعے دیے گئے تھے، اور حکام کے ساتھ ساتھ ایم والٹ آپریٹرز کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ ان آن لائن مالکاری سہولتوں کی حوصلہ افزائی کریں۔

2018ء میں ڈجیٹل پاکستان پالیسی اور 2019ء میں ای کامرس پالیسی کا آغاز کرتے ہوئے حکومت نے ڈجیٹائزیشن کو ترجیحی توجہ کا شعبہ قرار دیا ہے۔

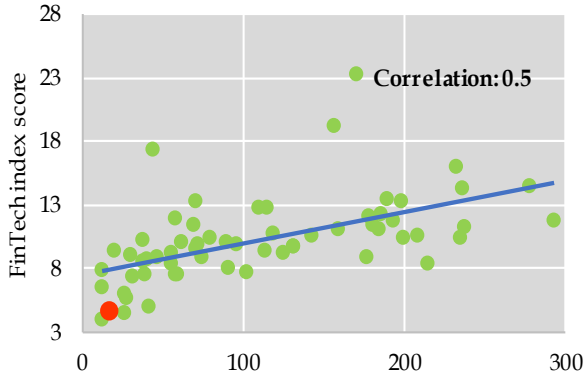
شکل 7.16 الف: فن ٹیک کو اپنانے اور غیر رسمیت کے درمیان تعلق



Red dot denotes Pakistan

Source: The Global FinTech Index 2020, Findexable; Medina and F Schneider, "Shedding light on the shadow economy: a global database and the Interaction with the official one", CESifo Working Papers, no 7981, 2019

شکل 7.16 ب: فن ٹیک کو اپنانے اور قرضے میں اضافے کے درمیان تعلق



Red dot denotes Pakistan

Source: The Global FinTech Index 2020, Findexable; World Bank

[62] ماخذ: میکنزی (2016ء)، ڈجیٹل مالیات سب کے لیے: ابھرتی ہوئی معیشتوں کو جامع نمو بخشتے ہوئے۔ اکانومیز۔ میکنزی گلوبل انسٹیٹوٹ کی رپورٹ۔

[63] تفصیلات کے لیے پاکستانی معیشت کی کیفیت پر اسٹیٹ بینک کی سالانہ رپورٹ برائے مالی سال 18ء کا باب 7 دیکھیے۔

پالیسیوں کے پانچ مرکوز شعبے یہ ہیں: رسائی اور کنکٹی وٹی، ڈجیٹل انفراسٹرکچر، ای گورننس، ڈجیٹل مہارت سازی اور تربیت، اور جدت اور انٹری پنیورشپ۔ یہاں اس امر کا اعادہ ضروری ہے کہ حکومت ڈجیٹل مالی شمولیت کو ایک فعال مقصد سمجھتے ہوئے توجہ مرکوز کرے نہ کہ ڈجیٹائزیشن کے دیگر اقدامات کے متوقع نتیجے کے طور پر۔ 1990ء کی دہائی کی اصلاحاتی پالیسیوں کے نتائج کی تکرار سے بچنے کے لیے یہ بہت ضروری ہے۔

باکس 7.4: این ایف آئی ایس کے تحت اقدامات

اسٹیٹ بینک ملک میں مالی شمولیت کے لیے کوشاں ہے جو اس کے جامع اقتصادی نمو کو فروغ دینے کے تزویراتی مقاصد میں شامل ہے۔ اس ضمن میں، اس نے 2015ء میں پانچ سالہ جامع "مالی شمولیت کی قومی حکمت عملی" (این ایف آئی ایس) کو اپنایا، جس کا ہدف 2020ء تک 50 فیصد بالغ آبادی کے ڈجیٹل لین دین کے اکاؤنٹس کھولنا ہے۔

این ایف آئی ایس نے جدید مصنوعات اور خدمات کو متعارف کروا کر اور استعداد کاری اور آگاہی کے پروگرام شروع کروا کے ڈجیٹل مالی شمولیت کے لیے موزوں قانونی اور ضوابطی ماحول بنانے میں نمایاں پیش رفت کی ہے۔ ان اقدامات کے نتیجے میں، پاکستان میں انفرادی اکاؤنٹ کی ملکیت 66 ملین اکاؤنٹس تک پہنچ چکی ہے، جن میں سے دسمبر 2019ء تک 60 فیصد فعال انفرادی اکاؤنٹ ہیں، جو مقررہ مدت سے قبل ہی این ایف آئی ایس کے عمومی ہدف کو پیچھے چھوڑ چکے ہیں۔ این ایف آئی ایس کے تحت کیے گئے کچھ اہم اقدامات درج ذیل ہیں:

- سرکاری و نجی معاونت کے طریقہ کار کا قیام جس میں ڈجیٹل مالی شمولیت کو آگے بڑھانے کے لیے کلیدی اصلاحات کی نشاندہی کرنے میں مدد ملی۔ ان میں نادرا خدمات کی لاگت کو کم کرنا، پی ٹی اے کے ذریعہ مالی لین دین کے لیے غیر ساختہ ضمنی خدمات کا ڈیٹا (یو ایس ایس ڈی) کھولنا، برانچ لیس بینکاری ایجنٹوں کے لیے ٹیکس اصلاحات، اور بینک اکاؤنٹس وغیرہ کے ذریعے حکومت سے افراد کو ادائیگی (نقد کی منتقلیاں، تنخواہیں اور پنشن) کو فروغ دینا شامل ہیں۔
- ڈجیٹل مالیاتی خدمات کو فروغ دینے کے لیے ضوابطی اصلاحات، جیسے موبائل بینکاری انٹر آپریبلٹی قواعد کا اجرا اور برانچ لیس بینکنگ کے لیے نظر ثانی شدہ ضوابط۔
- نظام ادائیگی کی قومی حکمت عملی (این پی ایس ایس) کی تیاری، جس نے ایک ایسے ڈجیٹل قومی ادائیگی کے نظام کے ڈیزائن کے لیے لائحہ عمل اور عملی منصوبہ طے کیا جو بین الاقوامی معیارات اور بہترین طریقوں سے ہم آہنگ تھا، اور پاکستان میں ایک محفوظ، موثر اور جامع قومی ادائیگی کے نظام کی مخصوص ضروریات کے مطابق بنایا گیا تھا۔
- یو ایس ایس ڈی چینل پر برانچ لیس بینکاری اکاؤنٹس کی انٹر آپریبلٹی کے لیے آسان موبائل اکاؤنٹ (اے ایم اے) اسکیم کی تشکیل
- مالی خدمات فراہم کرنے والوں، مالی ٹیکنالوجی فراہم کرنے والوں اور اداروں کی مدد کے لیے نئی یا موجودہ ڈجیٹل مالی مصنوعات، خدمات اور ترسیل کے پلیٹ فارمز کی تشکیل یا توسیع کے لیے ڈجیٹل فنانشل سروسز انوویشن چیلنج سہولت (آئی سی ایف) کا قیام۔ اس سے آبادی کے پسماندہ اور نیم محروم زمروں کی مالی رسائی میں اضافہ ہوگا۔
- موبائل والٹ کے ذریعے ترسیلاتِ زر کے فروغ کے لیے اسکیم کی تشکیل؛ وزیر اعظم نے دسمبر 2017ء میں اس کا افتتاح کیا۔
- ایس ایم ای مالکاری کے فروغ کے لیے محفوظ لین دین کے قانون اور ای رجسٹری کا قیام۔
- قومی مالی خواندگی پروگرام (این ایف ایل پی) کا آغاز تاکہ نوجوانوں اور پست آمدنی کے زمرے کو بنیادی مالی تعلیم دی جاسکے۔

موجودہ حکومت نے این ایف آئی ایس پر نظر ثانی کی گئی اور جامع اقتصادی نمو کے حصول کے لیے اسے اپنے 100 روزہ ایجنڈے کے حصے کے طور پر ترجیح دی۔ 23-2019ء کے دوران توسیع شدہ این ایف آئی ایس ایکشن پلان کو عملی جامہ پہنایا جائے گا، جس میں مالی رسائی اور ڈپازٹ بیس، ایس ایم ایز کے فروغ، کاشتکاروں کو مالیات تک آسان اور سستی رسائی، پست لاگت مکاناتی مالکاری میں سہولت اور شریعت سے ہم آہنگ بینکاری سولیوشنز کی فراہمی کے ذریعے جامع اقتصادی نمو حاصل کرنے کا نصب العین طے کیا ہے۔

اس ضمن میں، حکومت نے درج ذیل عمومی اہداف طے کیے ہیں جنھیں 2023ء تک حاصل کیا جائے گا:

i. ڈجیٹل ادائیگیوں کے استعمال میں اضافہ (65 ملین ڈجیٹل لین دین کے اکاؤنٹس، جن میں 20 ملین اکاؤنٹس خواتین کے ہوں گے)؛
ii. ڈپازٹ بیس میں اضافہ (ڈپازٹ اور جی ڈی پی کی شرح بڑھا کر 55 فیصد لے جانا)
iii. ایس ایم ای مالیات کا فروغ (7 لاکھ ایس ایم ایز کو قرضے دینا؛ ایس ایم ایز کو نجی شعبے کے قرضوں کے 17 فیصد تک لے جانا)
iv. زرعی مالکاری میں اضافہ (ڈجیٹلائزڈ سولیوشنز کے ذریعے 6 ملین کاشت کاروں کی خدمت؛ قرضوں کی سالانہ تقسیم کو بڑھا کر 1.8 ٹریلین روپے کرنا)؛ اور
v. اسلامی بینکاری کے حصے میں اضافہ (مجموعی بینکاری کے 25 فیصد تک لے جانا؛ اور اسلامی بینکوں کے برانچ نیٹ ورک کو بڑھا کر بینکاری صنعت کے 30 فیصد پر لے جانا)۔

ماخذ: شعبۂ زرعی قرضہ و خرد مالکاری، اسٹیٹ بینک

7.5 مستقبل کا امکان

بالخصوص گذشتہ دو عشروں کے دوران، نظریاتی اور تجربی شواہد اس خیال کی تائید کرتے ہیں کہ مالی شعبہ نمو بڑھانے میں کردار ادا کر سکتا ہے۔ مالیات اور نمو کے اس تعلق سے استفادہ کرنا 1990ء کی دہائی میں پاکستان کے مالی شعبے میں کی گئی اصلاحات کا ایک مقصد تھا، کیونکہ اصلاحات سے قبل کی قرضے کی ہدفی اسکیموں کے مقابلے میں قرضے کے لیے رقم مختص کرنے کو منڈی کی قوتوں پر چھوڑنا ایک بہتر حکمتِ عملی سمجھا گیا۔ تاہم، مذکورہ بالا بحث کے مطابق، اگرچہ اصلاحات بینکاری نظام کی استعداد کار اور منافع میں بہتری لائیں، لیکن نفوذ اور رسائی دونوں اعتبار سے قرضے کی صورتِ حال غیر اطمینان بخش رہی۔

منصوبے اور طویل مدتی مالکاری کے لیے ادارہ جاتی انفراسٹرکچر بالخصوص ناسازگار تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کمرشل بینکوں، جنھیں بالآخر نجی شعبے کی قلیل مدتی اور طویل مدتی مالکاری ضروریات پوری کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی، کی قرض دینے کی استعداد اور انتظامِ جزدان، کمرشل خدشات اور خطرے کی طلب کے ساتھ ساتھ بازل معاہدے کے تحت عائد ضوابطی پابندیوں کے مطابق تھا۔ عملاً، انھوں نے بڑے کارپوریٹوں کی جانب توجہ مبذول کیے رکھی، کیونکہ انھیں قرض دینے سے بینکوں کے سرمائے پر کم اخراجات عائد ہوتے تھے۔ قرض دینے کی اس محدود حکمت عملی سے زراعت، ایس ایم ای اور گھرانوں کے شعبے متاثر ہوئے، جن کا خطرے کا جزدان نسبتاً زیادہ کمزور تھا اور معلومات کے موجودہ خلا اور قرضے کی معافی اور قرقی کے ضمن میں بینکوں کو درپیش آپریشنل رکاوٹوں کی وجہ سے قرضوں میں خسارے کا امکان بلند تھا۔ اہم بات یہ بھی ہے کہ، ابھرتی ہوئی بہت ساری منڈیوں کے برعکس، پاکستان میں بینکاری نظام میں ریاست کی ملکیت کے ساتھ ساتھ ترجیحی شعبوں کے لیے ہدفی قرض میں خاصی کمی آئی ہے۔

مجموعی طور پر، ملک کی ترقی میں بینکاری نظام کی شراکت پالیسیوں کے از سرِ نو جائزے کی متقاضی ہے۔ آج، کوئی یہ استدلال کر سکتا ہے کہ جب بینکاری ادارے اپنے ڈیٹا سسٹم، ٹیکنالوجی کو اپنانے، خطرے کی داخلی تشخیص کے فریم ورک اور مجموعی تنظیمی استعداد کے لحاظ سے بازل معاہدے کے تحت طے کیے گئے سرمائے کے معیارات سے ہم آہنگ ہونے کے لیے تیار تھے، تو شاید معیشت اس کے لیے تیار نہیں تھی۔ تجربی بنیادوں پر، سرمائے کے ضوابط اور اقتصادی نمو کے درمیان براہ راست ربط کے حوالے سے صرف ایک محدود شہادت موجود ہے۔[64] لیکن جیسا کہ پیک اور روزن گرین 1995ء، البرٹرازی اور مارچیٹی نے 2010ء؛ برجر اور ایڈیل (1994ء) اور پوپوف اور اڈیل (2012ء) نے معلوم کیا کہ اس امر کے لیے کافی شواہد موجود ہیں کہ سب سے زیادہ خطرناک اور بینک پر سب سے زیادہ انحصار کرنے والے قرض گیروں کے لیے سرمائے کے ضوابط کی وجہ سے بینکوں کے قرضے کی رسد سب سے زیادہ متاثر ہوتی ہے، یہ اثر خطرے سے گریز کہلاتا ہے۔[65] پاکستان کے تناظر میں، اور بالخصوص اس کی منفرد رکاوٹوں، جن میں کم بچتیں، دائمی مالیاتی مسائل (خاص طور پر ٹیکس کی پست وصولی)، اور غیر رسمیت کی سطح شامل ہیں، کو دیکھتے ہوئے قرضوں کے نفوذ اور معیشت میں مجموعی مالی شمولیت میں اضافے کے لیے پالیسی میں مزید زور دیا جانا چاہیے تھا۔

اسی طرح، جب سرکاری ہدایت پر دیے جانے والے قرضے اور ترغیبات کی بات ہو تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آگے چل کر پاکستان کو منڈی کے طریقۂ کار یا ہدفی مالی اسکیموں کے مابین ایک واضح متحرک راستے کا انتخاب کرنا ہوگا تاکہ ملک اپنی اصلاحات اور ترقیاتی ایجنڈے پر چلے۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ اس طرح کے راستے کے انتخاب پر بحث پاکستان میں نہیں ہو رہی۔ درحقیقت، یہ بحث ابھرتی ہوئی منڈی اور ترقی یافتہ معیشتوں میں اس وقت نیو لبرلزم اور ترقیاتی حکمت عملیوں پر وسیع تر غور و فکر کا ایک حصہ ہے۔ انحرافی صنعتی پالیسیاں قومی دھارے کی معاشی سوچ پر واپس آگئی ہیں، کیونکہ واشنگٹن کنسن سیس سے پیدا ہونے والی پالیسیوں کو ترقیاتی محاذ پر کارکردگی نہ دکھانے کے

---

[64] مارٹینووا، این (2015ء) "معاشی نمو پر بینک کے سرمائے کی ضروریات کا اثر: ایک سروے"۔ ورکنگ پیپر نمبر 467، مارچ 2015ء۔ ایسٹرڈیم: ڈی نیدرلینڈ شی بینک۔

[65] پوپوف، اے اور جی ایف۔ ایڈیل (2012ء)، "سرحد پار بینکاری، قرضے تک رسائی، اور مالی بحران"، جرنل آف انٹرنیشنل اکنامکس، 87، 147 تا 161؛ پیک، جو اور ای، روزن گرین (1995ء)، "بینک ضابطہ اور قرضے کا بحران"، جرنل آف بینکنگ اینڈ فنانس 19، 625 تا 638؛ البرتازی، یو، اور ڈی، جے، مارچیٹی (2010ء)، "قرضے کی رسد، فلائٹ ٹو کوالٹی اینڈ ایور گرینگ: لیمین کے بعد بینک اور فرم کے تعلقات کا تجزیہ"۔ ٹیمی ڈی ڈسکشن (ورکنگ پیپر) نمبر 756۔ روم: بینکاڈی اٹالیا؛ برجر، اے، این، اور جی، ایف، ایڈیل (1994ء)، "کیا امریکہ میں مبنی بر خطر سرمائے نے بینک قرض کو مختص کیا اور "قرضے کا بحران" پیدا کیا؟"، جرنل آف منی، کریڈٹ اینڈ بینکنگ 26(3)، 585 تا 628۔

باعث روزافزوں تنقید کا سامنا رہا ہے[66] حالانکہ منڈیوں میں صنعتی پالیسیوں اور حکومتی اقدامات کی کامیابی کی بھی واضح طور پر شہادت نہیں دی جاسکتی، حتیٰ کہ جاپان، جنوبی کوریا اور تائیوان میں بھی، جو کامیابی کی کہانیوں کے طور پر پیش کیے جاتے ہیں۔ درحقیقت، 09-2008ء کے عالمی مالی بحران نے منڈی کی افادیت اور ترقی یافتہ معیشتوں میں بھی حکومت کے کردار کے دوبارہ جائزے میں مدد کی ہے۔[67] اسی دوران، بروکنگز کی رپورٹ "بیانڈ نیولبرلزم" (2019ء) چین کی ریاستی منصوبہ بندی کے کامیاب ماڈل، کارپوریٹ طاقت میں ارتکاز، آمدنی میں بڑھتی ہوئی عدم مساواتوں، اور معاشی اور مالی بحرانوں سے بچنے کی ناکام کاوشوں کو دوبارہ غور کی وجہ قرار دیتی ہے۔[68]

پاکستان کے معاملے میں بھی، اور ترقیاتی مالیات کے لحاظ سے مزید شدت سے، واضح پالیسی اپروچ کی ضرورت ہے۔ ماضی میں، ایس ایم ایز، زراعت اور دوسرے نیم محروم زمروں میں قرضوں کے بہاؤ کی حوصلہ افزائی کے لیے بہت ساری ترغیبی اسکیمیں (جیسے کریڈٹ گارنٹی) تیار کی گئیں، لیکن ان کی کامیابی محدود ہی رہی۔ حال ہی میں، حکومت نے ایک اور جامع نقطہ نظر اختیار کیا ہے، اور مالی شمولیت کی قومی حکمت عملی کے وسیع تر دائرہ کار کے تحت مالی شمولیت بڑھانے پر سرگرمی سے توجہ دے رہی ہے۔ اس حکمت عملی کے موثر نفاذ کو یقینی بنانے کے لیے، اسٹیٹ بینک اس وقت قرضہ منڈی میں طلب اور رسد دونوں پہلوؤں کے لیے مزید اختراعاتی اور تحقیق پر مبنی اقدامات / مراعات پر کام کر رہا ہے۔ تاہم، دو پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے: پہلا، ایک سبق جو ہمیں ایشیائی معیشتوں اور دیگر مداخلت پسند ریاستوں کے تجربے سے ملتا ہے وہ یہ ہے کہ معیاری اداروں اور نظم ونسق کے ڈھانچے کے بغیر محض ترقیاتی مالیات مددگار نہیں ہوسکتی۔ نیز، ان پالیسیوں کو موثر اور کامیاب بنانے کے لیے، ملک کو مضبوط کلی معاشی پالیسیوں کی پیروی کرنا ہوگی، اور اپنے کاروباری اداروں کو سرمایہ کاری کے لیے سازگار ماحول فراہم کرنا ہوگا۔ دوسرا، اس سے وابستہ مالیاتی اور نیم مالیاتی اخراجات کو دیکھتے ہوئے اس طرح کی مداخلت پسندانہ پالیسیوں کو، بالخصوص بڑے پیمانے پر، جاری رکھنا ممکن نہیں ہے۔

چنانچہ، اس وقت پاکستان کو درپیش ان منفرد کلی معاشی دشواریوں، بالخصوص مالی خدمات سے محروم کثیر آبادی، کے تناظر میں اس امر پر روشنی ڈالنا ضروری ہے کہ پالیسی مداخلتوں سے مکمل طور احتراز نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ، محض مداخلتوں کو ہی قرضہ منڈی میں دستیابی اور رسائی کے مسائل کا حل نہیں سمجھا جانا چاہیے بلکہ ایک واضح اور مربوط نگرانی اور جانچ کے طریقہ کار کو ان پالیسیوں کا لازمی جزو بننا چاہیے، طلب کے لحاظ سے موجودہ رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے مستقل پیش رفت کرنا ہوگی۔ مزید برآں، ترغیبی منصوبوں کی سطح (پیمانے) اور دورانیے کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔ اس دوران، معلومات کے خلا کو پورا کرنے اور کاروباری اداروں اور گھرانوں کے خاکہ خطر کے حوالے سے سوچ میں بہتری کے لیے بینکوں کو نو قائم شدہ ضمانتی رجسٹری اور نجی کریڈٹ بیورو کے سرگرمی سے استعمال کے لیے بینکوں کی حوصلہ افزائی کرنا چاہیے۔ پھر جیسے ہی معاشی اصلاحات کا ایجنڈا آگے بڑھے گا، قرضے کا انفراسٹرکچر مستحکم ہوگا اور معاشی استحکام آئے گا تو شمولیت کے حوالے سے بھی قرضہ منڈی کافی حد تک فائدہ اٹھائے گی اور معیشت میں اس کا دخل بہت بڑھ جائے گا۔

[66] روڈریک، ڈی (2006ء)"Goodbye Washington Consensus, Hello Washington Confusion?" 1990ء کی دہائی میں عالمی بینک کی معاشی نمو کا ایک جائزہ: اصلاحات کی ایک دہائی سے ملنے والی سیکھ"۔ جرنل آف اکنامک لٹریچر۔ 973تا987

[67] مثال کے طور پر، جے، ای، اسٹیگلیٹز، جے، وائی، لن، اور ای، پٹیل (2013ء)۔ تعارف: صنعتی پالیسی کی بحالی۔ از: جے، ای، اسٹیگلیٹز، جے، وائی، لن، اور ای، پٹیل (ایڈز) صنعتی پالیسی انقلاب I ۔ نظریے سے آگے حکومت کا کردار۔ پالگریو میکملن، لندن۔ (صفحہ 1 تا15)

[68] گارٹز، جی، اور ایچ، کھارس، (2019ء)۔ بیانڈ نیولبرلزم۔ ابھرتی ہوئی منڈیوں کی بصیرتیں۔ واشنگٹن ڈی سی: بروکنگز انسٹی ٹیوٹ۔